MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاہور

جلد نمبر 24

شمارہ نمبر 08

دسمبر 2023ء، جمادی الاول/ جمادی الثانی 1445ھ

WWW.MIRRAT.COM

انسانی حقوق کا تحفظ اور انسانیت کا احترام ہر قیمت پر لازم ہے

انسانی حقوق کا عالمی دن

اقوام متحدہ اپنے انسانی حقوق کے چارٹر
پر عمل درآمد کرانے میں ناکام

افسوس اِس وقت دنیا میں انسانی حقوق اور انصاف کے علمبردار ادارے غزہ میں جاری اسرائیلی جارحیت، قتلِ عام، انسانی حقوق کی سنگین پامالی کی روک تھام اور فلسطینیوں کے جائز حقوق دلوانے سے عملی طور پر قاصر ہیں۔

یاد رہے کہ

اقوام متحدہ نے مسئلہ فلسطین پر متعدد قراردادیں منظور کر رکھی ہیں جن میں تشدد کے خاتمے اور فلسطینی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا گیا ہے اس کے باوجود مسئلہ فلسطین ابھی تک حل طلب ہے۔

لہٰذا! آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اقوامِ متحدہ فلسطین میں جاری اسرائیلی بربریت اور اندوہناک مظالم کے مستقل خاتمے کے لیے فی الفور عملی اقدامات کرے۔

مسلسل اشاعت کا چوبیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ
مرآۃ العارفین انٹرنیشنل
لاہور

دسمبر 2023ء، جمادی الاول/جمادی الثانی 1445ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سُلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ:
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر:
- محمد احمد رضا
- واصف علی

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
1	اقتباس		3
	اداریہ		
2	دستک		4
	غزہ نمبر		
3	غزہ میں اسرائیلی جارحیت (حقائق اور اعداد و شمار)	مدثر ایوب	5
4	مسئلہ فلسطین اور عالمی دنیا کا ردِ عمل	محمد محبوب	7
5	غزہ پر اسرائیلی جارحیت: میڈیا کا کردار	ڈاکٹر عبد الباسط	14
6	یوکرین اور غزہ: مغربی دنیا کے کردار کا موازنہ	گوہر عزیز اعوان	17
7	مسئلہ فلسطین، اسرائیلی جارحیت اور اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کا تجزیہ	جاوید اقبال	24
8	غزہ شہر کے اہم تاریخی حقائق	بابر جان خوازی خیل	29
9	مسئلہ فلسطین اور بانیانِ پاکستان	لئیق احمد	35
10	مسئلہ فلسطین سے متعلق چند اصطلاحات کا تعارف	واصف علی سلطانی	40
11	اردو شاعری میں مسئلہ فلسطین	مستحسن رضا جامی	43
12	اے ارضِ فلسطین	مستحسن رضا جامی	49

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
80 روپے	110 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 960 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 1320 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-1275009

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندر روڈ، لاہور سے چھپوا کر 698-BS-8 تاج کمپنی چوک نزد ایم سی بی چوہان روڈ بندر روڈ لاہور سے شائع کیا

برائے خط و کتابت: ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

"سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ "(الاسراء:1)

"پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے"۔

"حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "میری امت میں سے ہمیشہ ایک گروہ دمشق کے دروازوں پر اور اس کے اطراف میں، بیت المقدس کے دروازوں اور اس کے اردگرد میں جہاد کرتا رہے گا، ان کو رسوا کرنے کی کوشش کرنے والے کبھی انہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے قیامت قائم ہونے تک وہ غالب ہی رہیں گے"۔

(المعجم الأوسط للطبرانی (رحمۃ اللہ علیہ)، بَابُ الْأَلِفِ، مَنِ اسْمُهُ أَحْمَدُ)

سرِّ ربانی محبوبِ سبحانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

"تحقیق اللہ عزوجل نے دو جہادوں کی خبر دی ہے، ایک ظاہری جہاد اور ایک باطنی جہاد- باطنی جہاد یہ ہے کہ نفس، خواہش، شیطان اور طبیعت سے لڑو، گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ کرو- حرام خواہش کو چھوڑ کر توبہ پر ثابت قدم رہو- ظاہری جہاد یہ ہے کہ کافروں اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے احکام سے روکنے والوں سے جہاد ہے، ان کی تلواروں، تیروں اور نیزوں کا مقابلہ کرنا ہے یہاں تک کہ قتل ہو جاؤ یا قتل کر ڈالو- باطنی جہاد ظاہری جہاد سے بہت سخت اور مشکل ہے کیونکہ وہ ایک لازم شے ہے اور بار بار آنے والی ہے اور باطنی جہاد، ظاہری جہاد سے کیونکر سخت نہ ہو اس لئے کہ اس میں نفس کو لبھانے والی چیزوں اور حرام چیزوں کو چھوڑنا ہے اور تمام شرعی احکام کو بجالانا اور تمام ممنوعات سے باز رہنا ہے- چنانچہ جو شخص دونوں جہادوں میں احکامِ الٰہی پر عمل پیرا ہوا اسے دُنیا اور آخرت دونوں کی جزائیں حاصل ہوئیں"۔

(الفتح الربانی)

سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

دودھ تے دہی ہر کوئی رڑکے عاشق بھا رڑکیندے ھو
تن چٹورا من مندھانی آہیں نال ہلیندے ھو
دکھاں دا نتیرا کڈھے لسکارے غماں دا پانی پیندے ھو
نام فقیر تنہاں دا باھو جیہڑے ہڈاں توں مکھن کڈھیندے ھو

(ابیاتِ باھُو)

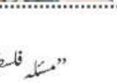

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"مسئلہ فلسطین کو حل کرنے کے سلسلے میں پہلا قدم یہ ہو گا کہ فلسطین سے اینگلو-امریکی اثر و رسوخ واپس ہو جائے اور اس امر پر زور دیا جائے کہ نہ صرف یہودیوں کی فلسطین میں آمد کو ختم کر دیا جائے بلکہ جو یہودی پہلے سے فلسطین میں موجود ہیں ان کی آبادکاری کا بھی آسٹریلیا، کینیڈا یا کسی ایسے ملک میں اہتمام کیا جائے جہاں ان کی گنجائش ہو یا پھر ایک دن ایسا آئے گا کہ ان کی قسمت اس سے بھی زیادہ خراب ہو گی جیسی کہ ہٹلر کے تحت تھی- یہ بالکل واضح ہے کہ یہودی، امریکہ اور انگلستان کی امداد سے فلسطین کو دوبارہ فتح کرنا چاہتے ہیں"۔

(مسئلہ فلسطین کا حل: یونائیٹڈ پریس سے ملاقات، بمبئی 30 جولائی 1946ء)

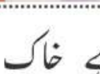

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

ہے خاک فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا
مقصد ہے ملوکیت انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا

(ضربِ کلیم)

غــزہ لہو لہو

غزہ پر حالیہ اسرائیلی وحشیانہ جارحیت اور بمباری کے نتیجے میں معصوم بچوں، عورتوں اور بزرگوں سمیت بسنے والی انسانیت پر ڈھائے جانے والے مظالم کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے- غزہ کی پٹی جو ایک تنگ سی زمینی پٹی ہے جس کو ہر طرف سے اسرائیل نے گھیرا ہوا ہے کھلی انسانی جیل کا منظر پیش کر رہی ہے جس میں بلا تقسیم انسانی جانوں کا خون ہی خون سرعام بہہ رہا ہے-

اگر غزہ کی جیوگرافک لوکیشن کی بات کی جائے تو 365 مربع میل کی پٹی میں تقریباً 2.3 ملین افراد آباد ہیں- اتنی تنگ سی پٹی میں ہسپتالوں، سکولوں، کالجوں، عبادت گاہوں اور رہائشی مراکز پر شدید بمباری انسانیت سوز سلوک کی ایک جھلک ہے اور موجودہ عالمی نظام کے منہ پر ایک طمانچہ بھی ہے-

اگر 8 اکتوبر سے 23 نومبر 2023ء تک اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں پید ہونے والی اس وقت خوفناک صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو گورنمنٹ میڈیا آفس کے تازہ ترین اعداد و شمار غزہ کی پٹی کو ہونے والے وسیع نقصان کو ظاہر کرتے ہیں- اس وقت 14854 سے زیادہ افراد بشمول 6500 سے زیادہ معصوم بچے اور 4000 خواتین کی اموات، 3600 زخمی اور 1500000 افراد بے گھر ہوئے ہیں- بمباری کے نتیجے میں غزہ میں 46000 سے زیادہ رہائشی گھر تباہ اور 23400 کو نقصان پہنچا- اس کے علاوہ 7000 کے قریب افراد لاپتہ ہیں جن میں 4 ہزار سے زائد بچے بھی شامل ہیں-

تعلیمی اداروں کو دیکھا جائے تو 67 سکول مکمل بند جبکہ 266 کو نقصان پہنچا ہے- فضائی کارروائی میں غزہ میں 103 سرکاری عمارتوں کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے- اس کے علاوہ 88 مساجد تباہ اور 3 گرجا گھروں کو نقصان پہنچا- یوکرین میں ہونے والی جنگ میں بات کرنے والی عالمی دنیا غزہ پر اسرائیلی جارحیت پر خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے- جہاں ایک اندازے کے مطابق 2 ماہ سے بھی کم عرصے میں غزہ میں 2 سال کی جنگ کے بعد یوکرین کے مقابلے میں 2 گنا سے زیادہ خواتین اور بچے شہید ہو چکے ہیں-

غزہ میں اسرائیلی جارحیت اور معصوم انسانوں کے قتل عام پر محض اپنے مفادات کی خاطر امریکہ سمیت دنیا بھر کے متعدد ممالک کا اسرائیلی اقدامات کی حمایت فراہم کرنا انسانیت سوز مظالم کا باعث ہے- حکومتی مؤقف کے برعکس ان ممالک کی عوام کا فلسطینیوں کے حق میں دنیا بھر کے دارلحکومتوں اور بڑے بڑے شہروں میں عوامی احتجاجی مظاہرے اس بات کا اظہار ہے کہ حکومتی پالیسیاں جو بھی ہوں عوام ظالم اور مظلوم کا فرق جانتی ہے-

آج دنیا میں ہم جس Rule Based International Order کے تحت رہ رہے ہیں یہ نظام رائج اصولوں اور قاعد و ضوابط کو نفاذ کرنے میں خود ہی ناکام ثابت ہو رہا ہے- حالیہ اسرائیلی جارحیت پر اقوام متحدہ کے طاقتور ترین ادارے سلامتی کونسل میں اسرائیلی جارحیت کو رکوانے کے لئے محض ایک قرارداد منظور نہ ہو سکی- فلسطین کے مسئلہ پر اقوام متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد نہ ہونا ہی مسئلے کو دوبارہ شدت پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے-

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی برادری بشمول تمام مسلم ممالک متفقہ فلسطین پالیسی بنائیں جس میں اسرائیل پر دباؤ ڈالا جائے تاکہ انہیں اس بات کا ادراک ہو کہ غزہ میں بسنے والے انسانوں کی زندگیاں بھی اتنی ہی اہم ہیں جتنی باقی دنیا کے انسانوں کی ہیں- مسلم دنیا پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ کسی صورت القدس شریف پر اپنے حق سے دستبردار نہ ہوں- ساتھ ہی ساتھ نئی نسل کو القدس شریف کے ساتھ اپنے روحانی تعلق کے متعلق آگاہ کیا جاتا رہنا چاہئے تاکہ کسی بھی میڈیا وار یا ڈِس انفارمیشن کا شکار ہو کر وہ اپنے حق کے متعلق غیر یقینی کا شکار نہ ہو سکیں-

غزہ میں اسرائیلی جارحیت حقائق اور اعداد وشمار

مدثر ایوب

سال	اموات	بے گھر ہونے والے لوگ	تباہ ہونے والے عمارتیں	زمین پر قبضہ (نئی آبادکاریاں)
2023	15000	1500000+	60238	13000
2022	204	1032	954	28208
2021	349	1209	911	22030
2020	30	1004	857	22448
2019	138	907	632	11427
2018	300	472	463	15800
2017	77	664	422	13000
2016	109	1593	1094	-
2015	174	743	560	-
2014	2329	1216	600	570,700
2013	39	1103	663	-
2012	260	850	623	-
2011	124	1102	631	-
1977	5000	300000	1224	(81٪)
1967	3000	325000	26000	133(33.3٪)
1947-48	1000	750000	531(گاؤں)	12٪

سال	کل آبادی	عرب (فلسطینی)	یہودی آبادی	یہودی آبادی کی شرح
1517	300,000	295,000	5,000	1.7٪
1533-39	157,000	151,000	5,000	3.2٪
1882	300,000	276,000	24,000	8.0٪
1914	689,000	595,000	94,000	13.6٪

8.1٪	60,000	600,000	660,000	**1918**
11٪	83,794	673,388	757,182	**1922**
16.9٪	174,610	861,211	1,035,821	**1931**
28.1٪	384,078	982,614	1,366,692	**1936**
–	449,000	–	–	**1939**
30.0٪	543,000	1,267,037	1,810,037	**1946**
32.0٪	630,000	1,324,000	1,970,000	**1947**
82.1٪	716,700	156,000	872,700	**1948**
87.8٪	1,203,000	167,100	1,370,100	**1950**
88.9٪	1,590,500	198,600	1,789,100	**1955**
88.9٪	1,911,300	239,100	2,150,400	**1960**
88.5٪	2,299,100	299,300	2,598,400	**1965**
85.5٪	2,582,000	440,100	3,022,100	**1970**
84.7٪	2,959,400	533,800	3,493,200	**1975**
83.7٪	3,282,700	639,000	3,921,700	**1980**
82.5٪	3,517,200	749,000	4,266,200	**1985**
81.9٪	3,946,700	875,000	4,821,700	**1990**
80.6٪	4,522,300	1,090,000	5,612,300	**1995**
77.8٪	4,955,400	1,413,900	6,369,300	**2000**
76.0٪	5,313,800	1,676,900	6,990,700	**2005**
75.4٪	5,802,900	1,892,200	7,695,100	**2010**
75٪	6,217,400	2,078,000	8,295,400	**2015**
74.7٪	6,484,000	2,196,000	8,680,000	**2017**
74.3٪	6,668,000	2,304,000	8,972,000	**2018**
74.1٪	6,772,000	2,364,000	9,136,000	**2019**
73.9٪	6,870,000	2,421,000	9,291,000	**2020**
74.1٪	6,998,000	2,452,000	9,450,000	**2021**
73.5٪	7,101,400	2,560,000	9,662,000	**2022**
73.3٪	7,181,000	2,614,000	9,795,000	**2023***

☆☆☆

مسئلہ فلسطین اور عالمی دنیا کا ردِ عمل

محمد محبوب
(شعبہ سیاسیات و بین الاقوامی تعلقات - قائد اعظم یونیورسٹی)

ابتدائیہ:

دو عظیم عالمی جنگوں کے اختتام پر اقوام متحدہ کا قیام عمل میں اس لئے لایا گیا تھا کہ یہ ادارہ نہ صرف مستقبل میں دو ممالک کے مابین کسی بھی بڑی جنگ کو روکنے کے لئے اہم کردار ادا کرے گا بلکہ دنیا میں سلامتی اور قیام امن کو یقینی بنائے گا- اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق محکوم اقوام کو حق خود ارادیت دینے اور بازور طاقت کسی سامراج یا غاصب کو ان مظلوموں کی زمین ہتھیانے پر پابندی عائد کی گئی- اس لئے ایک ملک کی طرف سے کسی کمزور ریاست پر جارحیت (Aggressions) کے ارتکاب کو عالمی قوانین کی روشنی میں ممنوع قرار دیا گیا- پہلی جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کی پشت پناہی اور مینڈیٹ سے فلسطینیوں کی سرزمین پر ریاست اسرائیل کے قیام کا آغاز ہوا- دنیا بھر میں محکوم اور مظلوم یہودیوں کے نام پر صہیونیت پرستوں کو مہاجرین بنا کر فلسطینیوں کی سرزمین میں بسایا گیا- اسی طرح اقوام متحدہ کے قیام کے فوراً بعد ہی 1948ء میں اسی پلیٹ فارم کے ذریعے فلسطینیوں کی سرزمین کو تقسیم کرکے اسرائیل کے قیام کو باقاعدہ عمل میں لایا گیا- اقوام متحدہ اور عالمی طاقتوں کے دوہرے معیارات اسی دوران ہی واضح ہو جاتے ہیں جب پوری تیاری کے ساتھ ریاست اسرائیل کا قیام عمل میں لایا گیا اور فلسطینیوں کو حق خودارادیت اور دو ریاستی حل کے نام پر صیہونیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا- اس سارے عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن کی زمین تھی وہ دنیا بھر میں دھکے کھا رہے ہیں جبکہ عالمی طاقتوں کی پشت پناہی سے قابضین اس زمین کے مالک بن بیٹھے ہیں- فلسطینی جب بھی قانونی طریقے سے اپنی آواز کو بلند کرتے ہیں تو انہیں دلاسے دلا کر خاموش کر دیا جاتا ہے- یہی فلسطینی جب اسرائیلیوں کے مظالم اور عالمی اداروں اور دنیا کی بے بسی کو دیکھ کر جدوجہد کا راستہ اپناتے ہیں تو اسرائیل ان پر بمباری کرنا شروع کر دیتا ہے- جس کا شکار معصوم بچے، عورتیں اور عام شہری بنتے ہیں- زیر نظر مضمون میں ہم حالیہ انہی تاریخی کڑیوں سے جڑے فلسطینیوں کے ردعمل کے نتیجے میں اسرائیل کی وحشیانہ کارروائیوں کا ذکر کریں گے- ان وحشیانہ کارروائیوں پر عالمی دنیا اور خصوصاً وہاں کی عوام کا ردعمل جاننے کی کوشش کریں گے-

عالمی دنیا کا ردعمل:

تا دم تحریر 20 نومبر 2023ء تک غزہ میں مظلوم فلسطینیوں پر اسرائیلی جارحیت اور بمباری کے نتیجے میں 30 ہزار افراد زخمی اور 13 ہزار سے زیادہ افراد بشمول 5500 بچے اور 3500 خواتین شہید ہو چکی ہیں- تقریباً 1.5 ملین افراد بے گھر ہو چکے ہیں- اسرائیل یہ بمباری عالمی انسانی قوانین کے برعکس سکولوں، ہسپتالوں، شہری آبادیوں اور عام افراد پر کر رہا ہے- غزہ میں لاپتہ افراد کی تعداد 6000 سے تجاوز کر گئی ہے، جن میں سے زیادہ تر کے گرنے والی عمارتوں کے ملبے تلے دبے ہونے کا شبہ ہے- اس کے علاوہ مکمل طور پر تباہ ہونے والی مساجد کی تعداد 83 ہے جبکہ ان میں سے 166 کو نقصان پہنچا- 3 گرجا گھروں کو بھی نشانہ بنایا گیا- 43000

سے زائد ہاؤسنگ یونٹس مکمل طور پر منہدم ہو چکے ہیں، جبکہ 225000 کو نقصان پہنچا ہے- اندازے کے مطابق غزہ کی پٹی میں 60 فیصد رہائشی یونٹ بمباری سے متاثر ہوئے- حملوں کے آغاز کے بعد سے 25 ہسپتال اور 52 صحت مراکز بھی سروس سے باہر ہو چکے ہیں- اسرائیلی فورسز نے 55 ایمبولینسوں کو بھی نشانہ بنایا جبکہ درجنوں ایمبولینسیں ایندھن کی کمی کے باعث بند ہیں- فلسطینی وزارت صحت کی جانب سے 6 نومبر کو جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق اب تک اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں اوسط ہر 10 منٹ میں ایک بچے کی شہادت ہو رہی ہے- اسرائیل کے قیام سے لے کر حالیہ کھلے عام غزہ پر وحشیانہ بمباری کی- اگر وجہ معلوم کی جائے تو وہ عالمی برادری کی بے حسی اور مجرمانہ خاموشی سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہو گا- حالیہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اسرائیلی جارحیت کو رکوانے کی بات تو دور محض مذمتی قرارداد بھی پاس نہیں ہو سکی- عالمی برادری بشمول اسلامی دنیا کے بیشتر ممالک سیاسی اور معاشی مفادات کی خاطر اسرائیلی اقدامات اور جارحیت پر عملی اقدامات اٹھانے سے قاصر ہیں- حکمرانوں کی اپنی مجبوریاں ہو سکتی ہیں لیکن کراچی سے لے کر نیویارک، پیرس اور لندن تک عام عوام فلسطینیوں کے حق میں زبردست ریلیوں اور احتجاجی مظاہروں کا انعقاد کیا گیا- ان مظاہروں نے حکمرانوں پر دباؤ بڑھایا کہ وہ اسرائیل کو مظلوم فلسطینیوں پر وحشیانہ کارروائیوں اور جارحیت کو روک سکے۔ تادم تحریر اسرائیلی جارحیت جاری ہے اور مزید شہادتوں کا خطرہ لاحق ہے جو ایک انسانی بحران کی شکل اختیار کر رہا ہے-

حالیہ غزہ کی صورتحال پر اقوام متحدہ اور یورپی یونین کا ردعمل:

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں اسرائیلی وحشیانہ حملوں اور زمینی حملوں کے تیاریوں کے درمیان روس نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں غزہ کی "انسانی بنیادوں پر جنگ بندی" کی قرارداد پیش کی تھی لیکن امریکہ کی جانب سے ویٹو کرنے کے بعد قرارداد پاس نہ ہو سکی- برازیل کی جانب سے بھی سلامتی کونسل میں قرارداد پیش کی گئی لیکن قرارداد کو 15 میں سے 12 ووٹ ملے- اس قرارداد کو بھی امریکہ نے ویٹو کر دیا- اس کے علاوہ چین اور روس نے امریکہ کی طرف سے پیش کردہ قرارداد کو ویٹو کیا-[1]

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 28 اکتوبر 2023ء کو عرب گروپ کی پیش کردہ فوری جنگ بندی کی قرارداد منظور کرلی جس میں اسرائیل اور فلسطین دونوں کی جانب سے شہریوں کے خلاف تشدد کی کارروائیوں کی مذمت کی گئی ہے- جنرل اسمبلی کے ہنگامی اجلاس میں اردن کی جانب سے 22 عرب ممالک کی نمائندگی کرتے ہوئے غزہ کی صورتحال سے متعلق پیش کی گئی قرارداد کی 195 میں سے فرانس سمیت 120 ارکان نے حمایت کی- اسرائیل، امریکہ اور آسٹریا سمیت 14 اراکین نے قرارداد کی مخالفت میں ووٹ دیا جبکہ 45 ارکان بشمول جرمنی، اٹلی اور برطانیہ غیر حاضر رہے- اگرچہ جنرل اسمبلی کی قرارداد کا اطلاق Non-Binding ہوتا ہے لیکن ان کی اخلاقی حیثیت ہوتی ہے-[2] اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گٹیرس نے کہا کہ میں غزہ میں شہریوں کے قتل کی مذمت کرتا ہوں اور مجھے ان خبروں سے مایوسی ہوئی ہے کہ جاں بحق ہونے والوں میں دو

[1]Aljazeera. "Two more resolutions to halt Israel-Gaza war fail at UN Security Council". October 26, 2023. https://www.aljazeera.com/news/2023/10/26/two-more-resolutions-to-end-gaza-violence-fail-at-un-security-council

[2]UN News. UN General Assembly adopts Gaza resolution calling for immediate and sustained 'humanitarian truce. October 26, 2023. https://news.un.org/en/story/2023/10/1142847

تہائی خواتین اور بچے ہیں- میں اقوام متحدہ کے ان ساتھیوں کا سوگ اور احترام کرتا ہوں جو گزشتہ تین ہفتوں کے دوران غزہ پر بمباری میں المناک طور پر مارے گئے ہیں-

غزہ پر اسرائیلی جارحیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گٹیرس نے کہا کہ "بچوں کے لیے قبرستان بنتا جارہا ہے"-[3]

غزہ میں ڈراؤنا خواب ایک انسانی بحران سے زیادہ ہے- یہ انسانیت کا بحران ہے- انہوں نے مزید کہا کہ جنگ بندی کی ضرورت 'ہر گزرتے گھنٹے کے ساتھ زیادہ ضروری' ہوتی جا رہی ہے-

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن (WHO) کے سربراہ ٹیڈروس اذانوم گیبریئسس نے سلامتی کونسل میں کہا کہ غزہ میں "کہیں اور کوئی بھی محفوظ نہیں"- اس لئے (فلسطینیوں) کی جانیں بچانے اور بہت زیادہ ضروری امداد کی فراہمی کو تیز کرنے کے لیے جنگ بندی کا مطالبہ کیا-

یورپی یونین بطور ادارہ اور متعدد ممالک اسرائیل کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں- لیکن عوامی سطح پر شدید احتجاج کے باعث، غزہ میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر "جنگ میں تعطل" پر اعلیٰ نمائندے نے کہا کہ "یورپی یونین کو غزہ میں گہرے ہوتے انسانی بحران پر شدید تشویش ہے- یونین فوری طور پر جنگ میں توقف کرنے اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر راہداریوں جس میں بشمول سرحدی گزرگاہوں کی صلاحیت میں اضافہ اور ایک وقف شدہ سمندری راستے کے کھولنے کا مطالبہ کرتی ہے، تاکہ انسانی امداد غزہ کی آبادی تک محفوظ طریقے سے پہنچ سکے"-[4]

امریکہ میں حکومتی اور عوامی ردعمل:

مغربی دنیا میں حکومتی سطح پر خصوصاً امریکی قیادت کا واضح طور پر اس بات کا اظہار کیا گیا کہ وہ اسرائیل کے ساتھ کھڑے ہیں- امریکی صدر جو بائیڈن اور امریکی وزیر خارجہ اینتھونی بلنکن نے خود اسرائیل کے دورے کئے- سینئر امریکی سفارتی اور دفاعی حکام بھی اسرائیل کے دورے کر چکے ہیں- حتیٰ کہ اپنے دورے کے دوران بلنکن نے واضح طور پر اعلان کیا کہ وہ اسرائیل میں بطور وزیر خارجہ نہیں بلکہ ایک یہودی کے طور پر آئے ہیں-[5] جبکہ امریکہ کے صدر نے اسرائیل کے ساتھ امریکہ کی دہائیوں پرانی حمایت کا ایک بار پھر اظہار کیا اور کہا کہ بحران کی اس گھڑی میں امریکہ اسرائیل کے ساتھ کھڑا ہے- جو بائیڈن نے اسرائیلی وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو کے ساتھ مل کر 18 اکتوبر 2023ء کو تل ابیب میں اسرائیل کی جنگی کابینہ کے اجلاس میں شرکت کی- امریکہ نے اسرائیلی حمایت میں طیارہ بردار بحری جہاز یو ایس ایس جیرالڈ فورڈ اور یو ایس ایس ڈوائٹ آئزن ہاور جنگی کشتیوں کے گروپوں کو بھی خطے میں تعینات کیا ہے-[6] امریکہ کی مختلف ریاستوں میں فلسطینیوں کے حق میں زبردست احتجاجی مظاہرے ہوئے- مختلف علاقوں میں اسرائیلی جارحیت کے خلاف مظاہرے کرنے والے یہودیوں سمیت مختلف افراد کو گرفتار بھی کیا گیا-[7]

---

[3]Nidal Al-Mughrabi. Gaza death toll tops 10,000; UN calls it a children's graveyard. Reuters November 7, 2023. https://www.reuters.com/world/middle-east/pressure-israel-over-civilians-steps-up-ceasefire-calls-rebuffed-2023-11-06/

[4]Council of the EU, Press release. November, 12 2023.
https://www.consilium.europa.eu/en/press/press-releases/2023/11/12/statement-by-the-high-representative-on-behalf-of-the-european-union-on-humanitarian-pauses-in-gaza/#:~:text=

[5]Anthony Blinken. October 13, 2023. X.
https://twitter.com/SecBlinken/status/1712602105049977196?t=8NvVDNhv7srYcTDzvis-ng&s=19

[6]Forbes. U.S. Sending More Missile Systems To Middle East As It Prepares Additional Troops To Deploy. October 22, 2023.
https://www.forbes.com/sites/maryroeloffs/2023/10/22/us-sending-more-missile-systems-to-middle-east-as-it-prepares-additional-troops-to-deploy/

[7]Aljazeera. Jewish activists arrested at US Congress anti-Israel protest amid Gaza war. October 19, 2023.
https://www.aljazeera.com/news/2023/10/19/jewish-activists-arrested-at-us-congress-sit-in-calling-for-gaza-ceasefire

واشنگٹن اور نیویارک سمیت متعدد علاقوں میں فلسطینیوں کے حق میں مظاہرے ہوئے۔امریکہ میں حکومتی سطح پر اسرائیل کی حمایت کے باوجود ہزاروں افراد فلسطینیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی اور ان کے حق میں آواز بلند کرنے کے لیے سڑکوں پر جمع ہوئے۔نیویارک کے ٹائمز اسکوائر پر ہزاروں افراد نے مظلوم فلسطینیوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کیلئے ریلی نکالی جبکہ سٹی یونیورسٹی نیویارک کے طلباء بھی فلسطینیوں کی حمایت میں نکلے اور ریلی کے شرکاءنے "فری فلسطین" کے نعرے لگائے۔بائیڈن انتظامیہ کی طرف سے اسرائیل کی حمایت اور غزہ میں اس کی مسلسل فوجی مہم کے خلاف ہزاروں افراد ملک کے دارالحکومت میں جمع ہوئے۔دوران مظاہرے یہ نعرے بلند ہوئے "فلسطین آزاد ہو گا"۔مظاہرین نے ایک بہت بڑا فلسطینی پرچم علامت کے طور پر اٹھایا ہوا تھا۔امریکہ کا پینسلوینیا ایونیو مظاہرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

لاطینی امریکہ میں فلسطینیوں سے یکجہتی:

لاطینی امریکہ میں نہ صرف متعدد ممالک بلکہ ان ممالک کی عوام نے فلسطینیوں کے ساتھ کھل کر اظہار یکجہتی کیا۔(1) اس خطے کے اہم ملک بولیویا نے غزہ پر اسرائیلی حملوں کے بعد تعلقات منقطع کرتے ہوئے ان حملوں کو جارحانہ اور غیر متناسب قرار دیا۔اس کے علاوہ غزہ میں نسل کشی کے خلاف (2)کولمبیا، (3) ہنڈراس اور (4)چلی نے اپنے سفراء کو اسرائیل سے واپس بلوایا۔چلی نے اسرائیلی اقدامات کو "بین الاقوامی انسانی قانون کی ناقابلِ قبول خلاف ورزیاں" قرار دیا۔ چلی کے صدر نے ایکس پر لکھتے ہوئے کہا کہ:

"چلی اس کی مذمت کرتا ہے اور اس طرح کے فوجی آپریشن کو انتہائی تشویش کے ساتھ دیکھتا ہے، جو اس وقت غزہ میں شہری آبادی کے لیے اجتماعی سزا ہے۔یہ بین الاقوامی قانون کے بنیادی اصولوں کا احترام نہیں کرتے جس کی وجہ سے 8 ہزار سے زیادہ شہری ہلاک ہوئے ہیں، جن میں زیادہ تر خواتین اور بچے ہیں"۔[8]

چلی کے دارالحکومت سینٹیاگو میں ہزاروں لوگوں نے فلسطینیوں کے حق میں ایک مارچ میں شرکت کی۔

کولمبیا کے صدر گستاو پیٹرو نے اسرائیلی جارحانہ کارروائیوں پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ "ہم نسل کشی کی حمایت نہیں کرتے"۔سوشل میڈیا پلیٹ فارم X پر جاری پیغام میں انہوں نے کہا کہ "اگر اسرائیل، فلسطینیوں کا قتل عام نہیں روکتا تو ہم بھی وہاں (اسرائیل) نہیں رہ سکتے ہیں"[9] (5) برازیل میں عوامی سطح پر غزہ میں اسرائیل کی جارحیت روکنے کے حق میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔برازیل کے صدر لولا دا سلوا نے اسرائیلی جارحانہ کارروائیوں پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل جو کچھ کر رہا ہے "یہ جنگ نہیں بلکہ نسل کشی ہے جس میں تقریباً 2000 بچوں کو شہید کر دیا ہے جن کا اس جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔[10] انہوں نے واضح کیا کہ اسرائیل کے خلاف فلسطینی عسکریت پسندوں کا حملہ غزہ میں لاکھوں بے گناہوں کے قتل کا جواز نہیں ہو سکتا۔

(6) ارجنٹینا کی وزارت خارجہ نے اپنے بیان میں کہا کہ اسرائیلی بمباری "بین الاقوامی انسانی قوانین کی خلاف ورزی کا کوئی جواز پیش نہیں کرتی ہے"۔(7) میکسیکو نے بھی غزہ کی صورتحال کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے فوری جنگ

[8] Xinhua. Chile recalls Israel ambassador after Gaza attacks. November 1, 2023. https://english.news.cn/20231101/61500980beb8438eb6e7e0e5b59f28f9/c.html

[9] Aljazeera. 'Genocide', Colombia says as Latin American states condemn Israel over Gaza. November 2, 2023. https://www.aljazeera.com/news/2023/11/2/genocide-colombia-says-as-latin-american-states-condemn-israel-over-gaz

[10] BBC. November 8, 2023. https://www.bbc.com/urdu/articles/c72q9jxpl5zo

بندی کی اپیل کی ہے- میکسیکو کی سفارت کار ایلیسیا بوینروسٹرو نے غزہ پر اقوام متحدہ کے ہنگامی خصوصی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے دو ریاستی حل کی دلیل دیتے ہوئے اسرائیل "قابض طاقت" سے فلسطینی علاقوں پر اپنا دعویٰ ختم کرنے کا مطالبہ کیا- اس کے علاوہ ہزاروں لوگ بیونس آئرس، میکسیکو سٹی، ساؤ پالو، سینٹیاگو، بوگوٹا اور دیگر لاطینی امریکی شہروں کی سڑکوں پر نکل کر غزہ میں اسرائیل کی نسل کشی کے خلاف احتجاج کیا- دوران احتجاج انہوں نے جنگ بندی اور سفارتی تعلقات کو منقطع کرنے کا مطالبہ کیا-

افریقہ اور افریقی یونین کا اسرائیلی جارحیت پر ردعمل:

افریقہ کا خطہ جہاں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب پر عمل کرنے والوں کی بھی اکثریت ہے کی تنظیم افریقن یونین، جس میں 55 ممالک شامل ہیں، نے 7 اکتوبر 2023ء کو فلسطین کی حمایت میں ایک بیان جاری کیا- انہوں نے کہا کہ:

> *"The Chairperson wishes to recall that denial of the fundamental rights of the Palestinian people, particularly that of an independent and sovereign State, is the main cause of the permanent Israeli-Palestinian tension".*[11]

"فلسطینی عوام کے بنیادی حقوق، خاص طور پر ایک آزاد اور خود مختار ریاست کے قیام سے انکار، اسرائیل اور فلسطین کے درمیان مستقل کشیدگی کی بنیادی وجہ ہے"-

افریقہ کے اکثر ممالک نے اسرائیلی اقدامات پر سخت ردعمل دیا- جنوبی افریقی حکومت نے غزہ کی صورتحال کے باعث اپنے تمام سفارتکاروں کو اسرائیل سے واپس بلایا ہے- جنوبی افریقی وزیر خارجہ Naledi Pandor نے کہا کہ ہمیں غزہ میں معصوم بچوں اور شہریوں کی شہادتوں پر بہت زیادہ تشویش ہے اور ہمارا ماننا ہے کہ اسرائیلی رویہ اجتماعی سزا دینے کے مترادف ہے- غزہ میں جاری وحشیانہ کارروائیوں پر اسرائیلی وزیراعظم کی گرفتاری کا مطالبہ کرتے ہوئے جنوبی افریقی وزیر خارجہ Naledi Pandor نے کہا کہ انہیں توقع ہے کہ بین الاقوامی فوجداری عدالت (آئی سی سی) کی جانب سے اسرائیلی وزیراعظم بن یامین نیتن یاہو کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا جائے گا-[12] 23 اکتوبر کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں "فوری، پائیدار اور پائیدار انسانی ہمدردی کی جنگ بندی" کا مطالبہ کرنے والی اردن کی قرارداد جنرل اسمبلی میں 120 ووٹوں سے پاس ہوئی- مراکش اور سوڈان سمیت 35 افریقی ریاستوں نے قرارداد کے حق میں ووٹ دیا- جنوبی افریقہ کے شہر کیپ ٹاؤن سمیت پورے خطے میں فلسطینیوں کے حق میں ہزاروں افراد نے احتجاجی مظاہرے کئے-

ایشیائی ممالک میں فلسطینیوں کے حق میں ردعمل:

دنیا کی دوسری بڑی ابھرتی ہوئی معیشت چائنہ نے ہمیشہ سے فلسطینیوں کے حق میں اپنا ردعمل دیا ہے- چین نے حالیہ تناظر میں کہا کہ: "تنازع سے نکلنے کا راستہ دو ریاستی حل پر عمل درآمد اور فلسطین کی ایک آزاد ریاست کے قیام میں مضمر ہے"-[13]

اسرائیلی جارحیت پر تنقید کرتے ہوئے چینی وزیر خارجہ وانگ یی نے کہا کہ غزہ میں اسرائیل کی کارروائیاں "اپنے دفاع کے دائرہ کار سے تجاوز کر گئی ہیں" اور اسرائیلی حکومت کو "غزہ کے لوگوں پر اپنی اجتماعی سزا بند کرنا پڑے گی"- روسی صدر پیوٹن نے بھی کہا کہ دو ریاستی حل کے بغیر مشرق وسطی میں قیام امن ناممکن ہے- ملائیشیا، انڈونیشیا اور برونائی نے مقبوضہ علاقے میں اسرائیل کی "غیر انسانی، نوآبادیاتی اور Apartheid" پالیسی کی مذمت کی- بھارت

---

[11] Africa Union. Communiqué of the Chairperson of the AUC regarding the Israeli-Palestinian war. October 7, 2023. https://au.int/en/pressreleases/20231007/communique-chairperson-regarding-israeli-palestinian-war

[12] Muhammad Awais Raza. South Africa demands arrest of Israeli PM Netanyahu immediately. November 12, 2023. https://minutemirror.com.pk/south-africa-demands-to-arrest-israeli-pm-netanyahu-immediately-144940/

[13] Foreign Ministry Spokesperson's Remarks on the Escalation of Tensions Between Palestine and Israel. October 8, 2023. https://www.fmprc.gov.cn/mfa_eng/xwfw_665399/s2510_665401/2535_665405/202310/t20231008_11157299.html.

نے حالیہ تنازع میں اسرائیل کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ "انڈیا کے لوگ اس مشکل گھڑی میں مضبوطی سے اسرائیل کے ساتھ کھڑے ہیں"- بھارت کی یہ پالیسی ان بے بصیرت عرب حکمرانوں کے منہ پہ طمانچہ ہے جو مسئلہ کشمیر پر بھارت کی حمایت اس لئے کرتے تھے کہ شاید بھارت بھی فلسطین کی حمایت کرے گا۔ بھارت کے کثیر علاقوں میں فلسطینیوں سے اظہارِ یکجہتی کرنے والوں کی گرفتاریاں بھی عمل میں لائی گئیں ہیں- اپوزیشن جماعتوں نے فلسطین کے ساتھ اپنی یکجہتی کا اظہار کیا ہے-بھارتی سرکاری مؤقف کے باوجود بھارتی عوام نے مظلوم فلسطینیوں کے حق میں احتجاجی مظاہرے کئے- ہندوستان کی ریاست کیرالہ کے طول و عرض میں سینکڑوں مقامات پر فلسطینیوں کی حمایت میں احتجاجی مظاہرے ہوئے ہیں-[14] ضلع مالاپورم میں مظاہروں کو منظم کرنے والی ایک وکیل راہنا سیبنہ نے عرب نیوز کو بتایا کہ "کیرالہ میں ہم نے ریاست گیر احتجاج کیا اور یہ 300 مراکز میں ہوا- ہم فلسطینیوں کے ساتھ یکجہتی کیلئے مضبوطی سے کھڑے ہیں- فلسطینی عوام کو عشروں سے انصاف نہیں ملا ہے- اسرائیل سامراجی طاقتوں کی مدد سے فلسطین پر قبضہ کر رہا ہے-ہم کسی بھی ملک کے کسی بھی سرزمین پر قبضے کی مخالفت کرتے ہیں"- اس کے علاوہ دہلی، چنائی، مقبوضہ جموں و کشمیر، کولکاتہ، بنگلورو اور ممبئی سمیت متعدد شہروں میں احتجاجی مظاہرے ہوئے-

یورپی ممالک کا حکومتی اور مقامی سطح پر ردعمل:

متعدد یورپی ممالک ہمیشہ کی طرح مظلوم فلسطینیوں کی حمایت کے برعکس اسرائیل کے ساتھ کھڑے نظر آئے- برطانیہ کے وزیر اعظم نے اسرائیل کا دورہ کرتے ہوئے اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو کو اپنی حمایت کا یقین دلایا- یورپ کے دیگر ممالک اٹلی، سپین، فرانس، جرمنی اور بشمول یورپی یونین اسرائیل کی حمایت کر رہے ہیں- کئی یورپی ممالک میں فلسطینیوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کیلئے جمع ہونے کے خواہاں مظاہرین کو ممانعت، پابندیوں، پولیس کی مداخلت اور حراست کے اقدامات کا سامنا کرنا پڑا- مثلاً لندن، پیرس، اسٹراسبرگ، لیون، مارسیلیا، برلن، فرینکفرٹ، ایمسٹرڈیم، باسیل اور زیورخ وغیرہ مظاہرین کو زیر حراست لیا گیا اور اکثر مظاہرین پر گیس اور پانی استعمال کیا گیا- حکومتی سطح پر اسرائیل کے ساتھ کھڑے ہونے کے باوجود یورپی ممالک کے اہم دارالحکومتوں میں حالیہ ہفتوں میں رکاوٹوں اور حراست میں لیے جانے کے باوجود لاکھوں افراد نے فلسطینیوں کے حق میں مظاہروں میں شرکت کی اور جنگ بندی کا مطالبہ کیا ہے-برلن، مانچسٹر، پیرس، میلان اور کوپن ہیگن سمیت یورپ کے کئی شہروں میں اسرائیلی حکومت کی غزہ پر مسلسل بمباری کے خلاف ہزاروں افراد فلسطینی عوام کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتے ہوئے سڑکوں پر نکل آئے- ان کا مطالبہ تھا کہ غزہ کے عوام کے خلاف اسرائیلی حکومت کی غیر مساوی جنگ کو ختم کیا جائے-سب سے بڑے مظاہروں میں سے ایک کا انعقاد لندن میں کیا گیا تھا جس میں لاکھوں مظاہرین نے برطانوی دارالحکومت میں مارچ کیا اور وزیر اعظم رشی سنک کی حکومت سے تنازع کو روکنے کا مطالبہ کیا- اس کے علاوہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں بھی فلسطین میں اسرائیلی بمباری کے خلاف احتجاج کیا گیا جس میں تمام رنگ و نسل کے ہزاروں افراد نے شرکت کی اور فلسطین پر ہونے والے ظلم کے خلاف اپنی آواز اٹھائی- برلن میں مظاہرین نے فلسطینی پرچم اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر "نسل کشی بند کرو"، "غزہ کو بچاؤ" اور "جنگ بندی" کے نعرے درج تھے-[15]

[14]The Times of India. Muslim League Holds Massive Pro-Palestine Rally In Kerala, Calls Israel A Terror State. October 27, 2023.
https://timesofindia.indiatimes.com/city/kozhikode/iuml-holds-massive-pro-palestine-rally-thangal-calls-israel-a-terror-state/articleshow/104741890.cms

[15]Reuters. Protesters march in major cities to demand Gaza ceasefire.
https://www.reuters.com/world/pro-palestinian-protesters-demand-gaza-ceasefire-european-marches-2023-11-04/November 5, 2023

اسرائیل جارحیت کے اسلامی دنیا اور او آئی سی کا ردعمل:

فلسطین میں بسنے والوں خصوصاً غزہ اور مغربی کنارے میں مقیم فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم اور جنگی جرائم کے خلاف ہمیشہ سے اسلامی دنیا میں غم و غصہ رہا ہے مگر افسوس کہ یہ غم و غصہ کبھی یکجہتی اور مشترکہ لائحہ عمل میں تبدیل نہیں ہوا- اسلامی دنیا نے "فلسطین کاز" کو اپنی غیر متزلزل حمایت فراہم کی ہے- مفاد پرست حکمرانوں کی اپنی سیاسی مجبوریاں ہو سکتی ہیں لیکن اسلامی دنیا کی عوام یعنی مسلمانوں کے دل فلسطینیوں کے ساتھ دھڑکتے ہیں- اسلامی دنیا کے حکمران محض لفظی کلامی کے علاوہ اسرائیل کے خلاف کوئی ٹھوس اقدامات اٹھانے سے قاصر رہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ کچھ کر سکتے نہیں تھے بلکہ المیہ یہ ہے کہ انہوں نے کیا کچھ نہیں- 26 اکتوبر 2023ء کو متحدہ عرب امارات، اردن، بحرین، سعودی عرب، عمان، قطر، کویت، مصر اور مراکش کے وزرائے خارجہ نے بیک آواز 'غزہ میں شہریوں کو نشانہ بنانے اور بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی' کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ "اپنے دفاع کا حق قانون شکنی اور فلسطینیوں کے حقوق کو نظر انداز کرنے کا جواز نہیں بنتا"-

پاکستانی عوام ہمیشہ فلسطینیوں کے شانہ بشانہ کھڑی رہی ہے- حکومتی سطح پر پاکستان نے واضح پوزیشن لیتے ہوئے کہا کہ پاکستان غزہ میں اسرائیلی جارحیت کی مذمت کرتا ہے، غزہ میں شہری آبادی کو نشانہ بنایا گیا اور ان حملوں میں خواتین اور بچے بھی شہید ہوئے، نہتے فلسطینیوں پر زمین تنگ کی جا رہی ہے- اس لئے اقوام متحدہ غزہ میں سیز فائر کی بھرپور کوشش کرے، غذائی اشیاء روکنا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے- او آئی سی اور عرب لیگ کا مشترکہ غیر معمولی اجلاس 11 نومبر بروز ہفتہ کو سعودی دارالحکومت ریاض میں منعقد ہوا- اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) اور عرب لیگ کے اس مشترکہ غیر معمولی ہنگامی سربراہی اجلاس میں پاکستان سمیت پوری اسلامی دنیا کے سربراہان جمع ہوئے- اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ اجلاس نہ صرف اسرائیل کے حق دفاع کے دعوے بلکہ غزہ کو مغربی کنارے سے الگ کرنے کے کسی بھی سیاسی حل کو مسترد کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ اسرائیلی قابض حکومت کی جارحیت اور غزہ کا محاصرہ ختم کیا جائے اور صیہونی ریاست کو ہتھیاروں کی فروخت روکنے کے ساتھ ساتھ غزہ میں انسانی امداد کی فراہمی یقینی بنائی جائے- اجلاس میں اسرائیل کے جنگی جرائم اور غیر انسانی قتل عام کی شدید مذمت کی گئی-[16]

اختتامیہ:

جیسا کہ اس مضمون میں مختلف ممالک کا مظلوم فلسطینیوں خصوصاً غزہ میں بسنے والے بچوں، عورتوں اور بزرگوں پر اسرائیلی وحشیانہ کارروائیوں اور جارحیت کا سرکاری اور عوامی سطح پر ردعمل دیکھنے کا موقع ملا وہیں یہ معلوم ہوتا ہے طاقت اور قوت کے سامنے بین الاقوامی برادری، عالمی قوانین اور اصول بے بس نظر آتے ہیں- ہسپتالوں، رہائش گاہوں اور معصوم بچوں اور عورتوں پر بمباری کو ہر مذہب، قوم اور اصول و ضوابط منافی قرار دیتے ہیں لیکن اسرائیلی جارحیت رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی ہے- طاقتور ترین اقوام متحدہ کا ادارہ سلامتی کونسل اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر ہے، صہیونی اسرائیل وحشی بنا ہوا ہے، اسلامی دنیا تقسیم ہے اور غزہ میں معصوم بچے اور عورتیں قیامت کبریٰ کا منظر دیکھ رہے ہیں- اس کے لئے ضروری ہے جس ادارہ اور ملک کی جو ذمہ داری ہے وہ اس کا ادراک کرتے ہوئے اسرائیلی جارحیت کو لگام دے کر اپنے فرائض کی سرانجامی دیں ورنہ تاریخ کے اوراق میں سب کچھ درج ہو رہا ہے-

☆☆☆

[16]OIC, Joint Arab and Islamic Summit Concludes and Demands End to Israeli Aggression, Breaking of Israeli Siege on the Gaza Strip and Prosecution of Israel for its Crimes, November 13, 2023. https://www.oic-oci.org/topic/.

غزہ پر اِسرائیلی جارحیت

میڈیا کا کردار

ڈاکٹر عبد الباسط
(یونیورسٹی آف منیجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور)

اِنسانیت اور اُمتِ مسلمہ کے لئے انتہائی غمگین اَمر ہے کہ غزہ میں معصوم فلسطینیوں پر بدترین مظالم ڈھائے جا رہے ہیں- پوری دُنیا غزہ پر اسرائیل کے وحشیانہ حملوں کا مشاہدہ کر رہی ہے، جہاں شہید ہونے والوں میں زیادہ تعداد عورتوں اور بچوں کی ہے جو کہ باعثِ فکر اور افسوس ہے- اقوام متحدہ کے ساتھ عالمی میڈیا کی خاموشی اس ظلم و بربریت کا ساتھ دینے کے مترادف ہے- اقوام متحدہ کے قیام سے بھی قبل یہ مسئلۂ فلسطین موجود تھا لیکن بعد ازاں اس کے حل کی طرف توجہ نہ دی گئی- ایک وقت تھا جب اسرائیل کی خواہش تھی کہ اُسے ہمسایہ ممالک کی جانب سے تسلیم کیا جائے، تو بہت سارے ممالک نے اِسے تسلیم کر لیا تو بھی اس کے رویے میں کوئی مثبت تبدیلی نہ آئی بلکہ فلسطینیوں پر زندگی مزید تنگ کر دی گئی-[1] اسرائیل اقوام متحدہ، یورپی یونین اور ہیومین رائٹس کونسل میں سے کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور زبردستی فلسطین پر قابض ہونے کے درپے ہے- اسرائیل کی طرف سے غزہ پر یہ حملے روز کا معمول ہیں لیکن اس مرتبہ ان کا دائرہ انتہائی وسیع اور دردناک ہے- یہ امتِ مسلمہ اور ہر اَمن پسند کے نزدیک ناقابلِ برداشت اور قابلِ مذمت عمل ہے-[2]

تاریخی اعتبار سے فلسطین دُنیا کے چند قدیم ترین ممالک میں سے ایک ہے- یہ اس علاقے کا نام ہے جو لبنان اور مصر کے درمیان تھا جس کے بیشتر حصے پر زبردستی اسرائیلی ریاست قائم کی گئی ہے- اسرائیل کے قیام کے پیچھے برطانیہ کا سب سے زیادہ ہاتھ تھا کیونکہ جنگ عظیم اوّل میں جب یہودیوں نے دیکھا کہ اتحادی جنگ جیت رہے ہیں تو برطانیہ کو مختلف حِیلوں بہانوں سے فلسطین میں ایک یہودی ریاست کے قیام پر آمادہ کیا- انیسویں صدی میں فلسطین کثیر ثقافتی آبادی پر مشتمل تھا جس میں 86 فیصد مسلم، 10 فیصد عیسائی اور 4 فیصد یہودی پُرامن رہ رہے تھے- انتہاء پسند صیہونیوں (Zionists) نے یہودیوں کیلئے علیحدہ ناجائز ریاست بنانے کا فیصلہ کیا جس پر انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے آغاز پر یہودی طے شدہ منصوبہ کے تحت فلسطین میں منتقل ہونا شروع ہوگئے- کیونکہ برطانیہ کا اُس وقت فلسطین پر کنٹرول تھا تو اُس نے انہیں ہجرت کی اجازت دے دی-[3] در بدر خوار پھرنے والے یہودیوں کی فلسطین کی جانب نقل مکانی سترہویں صدی کے آخر میں شروع ہوئی اور بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں برطانوی یہودیوں نے پہلا صہیونی بینک

[1] ظفر الحق، سینیٹر راجہ، (ستمبر، 2014ء)، "فلسطین کا انسانی بُحران اور اسرائیلی رویہ" مشمولہ، "مراۃ العارفین انٹرنیشنل" طارق اسماعیل ساگر، لاہور، العارفین پبلی کیشنز

[2] احمد محمد، الشافی، (ستمبر، 2014ء)، "غزہ کا حالیہ بحران اور عالمِ اسلام کی ذِمہ داری" مشمولہ، "مراۃ العارفین انٹرنیشنل" مدیر طارق اسماعیل ساگر، لاہور، العارفین پبلی کیشنز

[3] ہارون راجہ، بریگیڈیئر (ر) آصف، (ستمبر، 2014ء)، "اسرائیل کی مجرمانہ پالیسیاں اور فلسطین کا انسانی سانحہ" مشمولہ، "مراۃ العارفین انٹرنیشنل" مدیر طارق اسماعیل ساگر، لاہور، العارفین پبلی کیشنز

قائم کیا- جس نے اپنے لوگوں کو رقم فراہم کرتے ہوئے فلسطین میں زرعی زمینیں خریدنے میں مدد فراہم کی- یہ وہ وقت تھا جب برطانیہ نے فوجی قوت کے بل بوتے پر فلسطین میں ایک ایسی ریاست کی بنیاد ڈالی جس کا آغاز ہی ظلم و بربریت تھا-[4]

اکیسویں صدی جہاں ترقی کی بے شمار منازل طے کر چکی ہے وہیں آزادی اور آزادیٔ اظہار رائے کو ہر ذی روح کا بنیادی حق تصور کیا جاتا ہے- میڈیا کی ترقی نے جہاں پوری دُنیا کو گلوبل ولیج بناتے ہوئے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کیا وہیں کنٹرولڈ میڈیا نے لوگوں کو ایک خاص رُخ میں سوچنے پر بھی مجبور کیا ہے- پوری دُنیا کے بیشتر وسائل پر جہاں غیر مسلم قابض ہیں وہیں میڈیا کے بڑے گروپس (ایپل، والٹ ڈزنی، کومکاسٹ، نیٹ فلیکس، وارنر بردر، سونی نیٹ ورک، رائیٹر، فوکس وغیرہ) بھی غیر مسلموں کی ملکیت میں ہیں- اِن تمام میڈیا ہاؤسز کا تیار کردہ مواد لوگوں کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بھی جکڑے ہوئے ہے۔ آج جب بڑے بڑے نام نہاد دانشور اسرائیلی جبر ناروا سے مفاہمت کے بھاشن دیتے ہیں تو اس کے پیچھے منطق یہی ہے کہ ان میڈیا ہاؤسز نے جھوٹے پروپیگنڈا کے ذریعے ان کے دماغوں کو جکڑ رکھا ہے- مغربی میڈیا کی اپنے حکومتی اداروں کو کٹہرے میں کھڑا کرنے اور انہیں جوابدہ بنانے کی روایت پرانی ہے- گزشتہ دہائیوں میں امریکی اخبارات نے اپنی حکومت پر ایسا پریشر ڈالا کہ اُسے ویتنام جنگ سے نکلنا پڑا- امریکی میڈیا نے جوں جوں ویت نام جنگ کے حقائق رپورٹ کرنا شروع کئے تو عوام کا امریکی حکومت کے خلاف غصہ بڑھ گیا، حتیٰ کہ حکومت کو ماننا پڑا کہ ویت نام جنگ میں امریکہ کی براہِ راست شمولیت ایک غلطی تھی-

مغربی میڈیا حکومت اور سیاست دانوں کی جوابدہی کے لئے پیش پیش رہتا ہے، حتیٰ کہ مذہبی حلقوں پر تنقید بھی اپنا فرض سمجھتا ہے- امریکہ، برطانیہ اور جرمنی کے میڈیا گروپ کھل کر چرچ کے پادریوں کی بچوں سے جنسی زیادتی کے واقعات کو رپورٹ کرتے ہیں- اگر مغربی میڈیا کے کریڈٹ پر اِتنا کچھ ہے تو آخر کیا بات ہے کہ فلسطین کے معاملے پر اتنا اسرائیل نواز کیوں ہے؟ غزہ پر اسرائیلی جارحیت کو رپورٹ کرنے میں بھی حقائق پہ آنکھیں بند کر کے اسرائیلی حکومت کے بیان کو من و عن شائع کر رہا ہے- عالمی میڈیا اسرائیل و فلسطین تنازعے پہ غیر جانبدار رپورٹنگ کرنے سے قاصر ہے اور اپنے اُس خاص ایجنڈے پر کاربند ہے جس میں فلسطینی دہشتگرد اور اسرائیلی معصوم دکھائے جاتے ہیں- عالمی میڈیا کا یہ جانبدارانہ رویہ صرف فلسطین کے ایشو پر ہی محدود نہیں بلکہ یوکرائن اور روس تنازع کو بھی بڑھاوا دینے میں اہم کردار ادا کیا- مغربی میڈیا نے خاص طور سے یوکرائن کو مظلوم دکھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی-

عالمی میڈیا اسرائیلی ایجنڈے کو پروموٹ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور ایک ہی طرح کی خبر کو امریکہ، یورپ اور برطانیہ کے بڑے صحافتی ادارے لفظوں کی ہیرا پھیری سے ایسے پیش کر رہے ہوتے ہیں کہ کسی طرح یہ ثابت ہو جائے کہ اسرائیل بے قصور ہے اور یہ جنگ اسرائیل پہ تھوپی گئی ہے- اِس جنگ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ فلسطینیوں کو دہشت گرد جبکہ اسرائیلیوں کو پرامن دکھایا جائے- ایک طرف مغربی میڈیا سیاسی و معاشرتی حقائق اور تاریخی شواہد کو سامنے رکھ کر رپورٹنگ کرنے پہ زور دیتا ہے تو دوسری طرف

[4] قادری، ایس ایچ، (ستمبر، 2014ء)، "مسئلہ فلسطین: قائداعظم کی نظر میں" مشمولہ، "مراۃ العارفین انٹرنیشنل" مدیر طارق اسماعیل ساگر، لاہور، العارفین پبلی کیشنز

اسرائیل کے فلسطین پر قبضے اور ظلم کی بات سرے سے کر ہی نہیں رہا- جہاں رپورٹنگ میں جنیوا کنونشن، اقوام متحدہ کی قرار دادیں اور انسانی حقوق کے قوانین کو یاد رکھنا چاہیے وہیں مغربی میڈیا کو اسرائیل کی فلسطین پر چڑھائی کے دوران حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے صحیح حقائق کو بیان کرنا چاہیے- بات یہیں نہیں رُکی بلکہ بعض امریکی نیوز چینلز کے مارننگ شوز میں فلسطین کی حمایت میں نکلنے والے مظاہرین کا مذاق اڑایا گیا- مغربی میڈیا کا یہ دوہرا معیار نا تو اُصولِ صحافت مانا جاسکتا ہے اور نہ ہی آزاد میڈیا تصور کیا جاسکتا ہے-

اس جانبدار رپورٹنگ کے پیچھے جہاں مشرق اور مغرب کے درمیان حائل تفریق کی گہری لکیر ہے، وہیں 'ہم بمقابلہ وہ'، 'اپنے بمقابلہ پرائے'، 'سفید بمقابلہ کالا'، 'مسلم بمقابلہ غیر مسلم' جیسے معاملات کی تفریق بھی کار فرما نظر آتی ہے- جس پر بہت سارے رائیٹرز اور فلسفیوں نے اپنی اپنی رائے بھی دی- جیسا کہ ایڈروڈ سعید نے اِس مذہبی، لسانی، جغرافیائی، سیاسی اور رنگ و نسل کی تقسیم پر سیر حاصل مواد لکھا کہ عالمی میڈیا کیسے ایک کارپوریٹ میڈیا کے طور پر کام کرتا ہے جس کی ڈوریں سرمایہ داروں اور مفاد پرستوں کے ہاتھ میں ہیں- مغرب کے بڑے نامور بین الاقوامی چینلز اور ویب سائٹس (ایپل، والٹ ڈِزنی، کومکاسٹ، نیٹ فلیکس، وارنر بردر، سونی

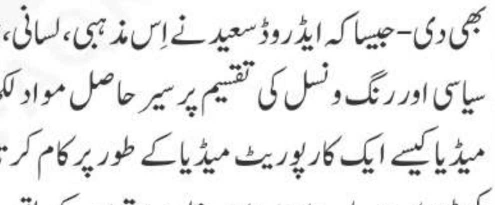

نیٹ ورک، رائیٹر، فوکس وغیرہ) پر حقیقت میں کئی بزنس ٹائیکونز کا سرمایہ لگا ہوا ہے جبکہ اِنہیں بعض ممالک سرکاری فنڈ بھی مہیا کرتے ہیں- اِن تمام میڈیا چینلز پر طاقتور ممالک کی ریاستی پالیسی پہ عمل پیرا ہونے کا دباؤ ہوتا ہے- ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ مغربی میڈیا میں کاروباری شیئرز رکھنے والے سرمایہ کاروں میں کئی اسرائیلی حکومت کے ہمدرد بھی ہیں، جو اپنی مرضی کا مواد شائع کرنے کی اجازت دیتے ہیں-

ان دوہرے معیارات سے جہاں عام آدمی شدید الجھن کا شکار ہے وہیں صحافت سے منسلک لوگ بھی اپنی بساط میں حقائق کو سمجھنے سے قاصر ہیں- وہ قارئین اور ناظرین جو آنکھ بند کرکے بعض بین الاقوامی نشریاتی اداروں کی رپورٹنگ پہ یقین کرتے ہوئے جنگ اور امن کے زمانوں میں ان مغربی اداروں کی خبروں کو حتمی مانتے تھے اور اِن کے تجزیات کی مدد سے اپنے سیاسی نظریات کی سمت مقرر کیا کرتے تھے، اُنہیں چاہیے کہ اِس اندھے اعتماد کی جگہ درست و غلط، سچ اور جھوٹ، خبر اور پراپیگنڈہ کو سمجھنے کے لیے ذاتی کوشش کریں اور خبر کو مختلف نشریاتی ذرائع سے پرکھیں تاکہ سچ نکل کر سامنے آسکے اور حقائق کو سمجھا جائے- رائے عامہ بنانے میں جہاں میڈیا کردار ادا کرتا ہے وہیں اچھی اور مثبت سوچ کے حامل لوگ بھی عوام تک صحیح اور مستند خبر پہنچا کر اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں- سوشل میڈیا کی موجودگی نے فرد کو تقویت بخشی ہے اور اُسے اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی کا مواد پیدا کرے اور لوگوں کے ساتھ شیئر کرے- دورِ جدید میں اِس کا اِستعمال کرتے ہوئے مسئلہ فلسطین کو ہر سوشل میڈیا پلیٹ فارم پر اُجاگر کرنا چاہیے تاکہ اسرائیل کے اِس غاصبانہ قبضے اور ظلم کو روکا جاسکے-

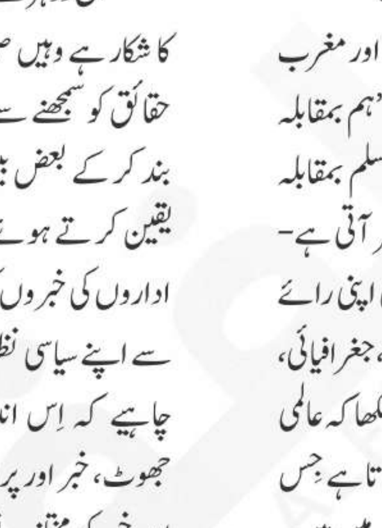

☆☆☆

یوکرین اور غزہ

مغربی دنیا کے کردار کا موازنہ

گوہر عزیز اعوان

دوسری جنگِ عظیم کے بعد دنیا میں امن و استحکام کی شدید ضرورت محسوس ہوئی- بڑی بڑی ریاستوں نے اس پر غور و فکر کرنا شروع کیا، جس کے نتیجے میں اقوامِ متحدہ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی- اس تنظیم میں امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین جیسی بڑی ریاستوں کو ویٹو پاور دی گئی، تاکہ کسی بھی بڑے فیصلہ میں ان پانچ ویٹو طاقتوں کا اعتماد حاصل رہے- تاہم، اقوامِ متحدہ کی ستر سالہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تنظیم اپنے بیان کردہ مقاصد کو پوری طرح پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکی- اس کی بنیادی وجہ بڑی طاقتوں کے دوہرے معیارات اور مکارانہ پالیسیاں ہیں- بالخصوص امریکہ اور یورپی طاقتوں نے مل کر اس تنظیم اور دیگر اداروں کے ذریعے اپنی بالادستی قائم کی ہے- جس وجہ سے دنیا کے دیگر ممالک کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے- فلسطین اور کشمیر کا مسئلہ تب سے اقوامِ متحدہ کے ایجنڈے پر موجود ہے اور ابھی تک حل طلب ہے مگر اس کے برعکس انڈونیشیا میں مشرقی تیمور اور جنوبی سوڈان کے مسائل کو تیزی سے حل کیا گیا، کیونکہ ان سے مغربی طاقتوں کے مفادات وابستہ تھے- اسی طرح آج کے دور میں بھی مغرب کی عیاری بے نقاب ہو چکی ہے-

یوکرین کے مسئلہ پر مغربی دنیا بیک زبان روس کے خلاف سراپا احتجاج ہیں اور روسی مذمت میں قراردادیں پاس کر چکے ہیں- جبکہ غزہ میں اسرائیلی جارحیت پر یکسر مختلف رویہ اپنا رہے ہیں- غزہ کی حمایت کرنے کی بجائے یہ اسرائیل کو سفارتی اور مالی امداد فراہم کر رہے ہیں- امریکہ اپنی سرپرستی میں اسرائیل کے دفاع کو یقینی بنا رہا ہے- ان طاقتوں کی یہ پالیسیاں اب کسی سے مخفی نہیں رہیں- ایمنسٹی انٹرنیشنل کے سیکرٹری جنرل اگنس کالامارڈ کے مطابق:

> *“The West's formidable response to Russia's invasion of Ukraine underscored double standards, exposing in comparison how inconsequential their reactions have been to so many other violations of the U.N. Charter”.*[1]

”روس کے یوکرین حملے پر مغرب کے زبردست ردعمل نے دوہرے معیارات کو اجاگر کیا، جس کے موازنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی بہت سی دوسری خلاف ورزیوں پر ان کا ردعمل کتنا غیر ضروری رہا ہے“-

مسئلہ فلسطین کا مختصر تاریخی جائزہ:

مسئلہ فلسطین کا آغاز 1917ء کے بالفور ڈیکلریشن سے ہوتا ہے، جس میں یہودیوں کے لیے الگ ریاست بنانے کا وعدہ کیا جاتا ہے- یہ ریاست برطانیہ کی نگرانی میں یورپ میں نہیں بلکہ ایشیاء میں مسلمانوں کی سرزمین فلسطین پر بنانے کا فیصلہ ہوا- خلافت عثمانیہ کے ٹوٹنے کے بعد فلسطین برٹش مینڈیٹ میں دیا گیا- جس کے بعد اس علاقے میں پوری دنیا سے یہودیوں کی غیر قانونی آمد شروع ہو گئی- فلسطینیوں نے اپنی تئیں ان برطانوی پالیسیوں کی پوری مخالفت کی- تاہم یہ مسئلہ چلتا رہا، حتیٰ کہ 1948ء میں اقوامِ متحدہ میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا، جس کے جواب میں اقوامِ متحدہ نے اس علاقے کو

[1] https://www.voanews.com/a/west-s-ukraine-response-exposes-double-standards-amnesty/7024914.html

ناجائز طریقے سے دو ریاستوں میں تقسیم کر دیا۔ فلسطینیوں کے گھر کو زبردستی کاٹ کر یہودیوں کو دیا گیا اور جو حصہ فلسطینیوں کے حق میں آیا اسے بھی مزید دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ایک ویسٹ بینک اور دوسرا غزہ۔ اس فیصلے سے یہودیوں کی نئی ریاست قائم کی گئی، جسے اسرائیل کا نام دیا گیا۔

"The roots of this struggle can be traced to the Balfour Declaration of 1917 when British colonialists cynically gave European Zionists a "homeland" in Palestine in return for funds provided by the Rothschilds for Britain's war against Germany".[2]

"اس جدوجہد کی جڑیں 1917 کے بالفور ڈیکلریشن سے معلوم کی جاسکتی ہیں جب برطانوی استعمار نے جرمنی کے خلاف برطانیہ کی جنگ کے لیے روتھ چائلڈز کی طرف سے فراہم کی جانے والی رقوم کے بدلے میں یورپی صیہونیوں کو فلسطین میں ایک "وطن" دے دیا"۔

اس وقت سے لے کر آج تک فلسطینی مسلمان اپنی آزادی اور حقِ خود ارادیت کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اسرائیل نے شروع دن سے بین الاقوامی قوانین، اقوام متحدہ کی قراردادیں اورانسانی حقوق کے چارٹر کی پروا کیے بغیر فلسطینیوں پر ظلم و تشدد جاری رکھا ہوا ہے۔ جس وجہ سے اس نے فلسطین کے بقیہ علاقے پر بھی قدم جمانے شروع کر دیے ہیں۔ تاہم فلسطینی مسلمان اپنی آزادی کیلئے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ بین الاقوامی قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ قابض طاقت کے خلاف جدوجہد کرنا مقبوضہ قوم کا حق ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب کسی کو ان کی زمین سے جبری طور پہ بے دخل کیا جائے، جامع منصوبہ بندی سے ان کی نسل کشی کی جائے اور ان کی آبادیوں کو دنیا کی سب سے بڑی کھلی جیل بنا دیا جائے اور وہاں بسنے والوں کو ایک بامشقت قیدی کی زندگی گزارنے پہ مجبور کیا جائے اور دنیا صرف تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہو تو جوابی ردعمل آنا فطری بات ہے۔ اسرائیل کی ظالمانہ و غاصبانہ پالیسیوں اور دنیا کی مجرمانہ خاموشی کا اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے؟

یوکرین تنازعہ اور مغربی طاقتوں کا ردعمل:

یوکرین مشرقی یورپ میں آباد ایک ملک ہے، جو کہ 1990ء کی دہائی میں سوویت یونین کے ٹوٹنے سے آزاد ہوا۔ فروری 2021ء میں روس نے یوکرین پر حملہ کر دیا۔ جس کی عالمی سطح پر مذمت کی گئی۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گتریس نے اس حملہ کو روسی جارحیت قرار دیا۔ مغربی طاقتوں نے کھل کر یوکرین کے ساتھ کھڑے ہونے کا اعلان کیا۔ ان کے مطابق یہ بین الاقوامی قانون کی واضح خلاف ورزی ہے اور عالمی امن و استحکام کو اس سے شدید خطرات لاحق ہیں۔

غزہ پر اسرائیلی جارحیت سے مغرب کی اصلیت کھل کر سامنے آ گئی۔ دنیا کو انسانی حقوق، آزادی، جمہوریت اور حقِ خود ارادیت جیسے سبق دینے والے خود اپنے عمل میں یکسر مختلف ہیں۔ ان کی دوغلی پالیسیاں اب دنیا کی نظر سے ڈھکی چھپی نہیں رہیں۔ مغربی ممالک نے یوکرین پر روسی جارحیت کی کھل کر مخالفت کی۔ سیاستدانوں، سکالرز، میڈیا اور صحافیوں نے روسی حملے کو غیر قانونی قرار دیا اور یوکرینی عوام کی ہر ممکن مدد کے لیے اپنی خدمات پیش کرنے کا اعلان کیا۔ تاہم غزہ میں اسرائیل نے قتلِ عام جاری کیا ہوا ہے، مگر ان ممالک نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان ریاستوں نے اپنے مفادات کے لیے قوانین اور تنظیمیں قائم کی ہوئی ہیں۔ میکاولی

[2]https://qoshe.com/02167143652

کی تعلیمات کے مطابق ان کی نظر میں وہی قانون ہے، جس سے ان کے اغراض و مقاصد یقینی بن سکیں۔

مغربی دوہرے معیارات اور اسرائیلی جارحیت:

وہی مغرب جو یوکرین پر حملے کے خلاف آہنی دیوار بن گیا۔ جنہوں نے روسی جارحیت کے خلاف یوکرینی حکومت اور عوام کو ہر ممکن مدد فراہم کی۔ انٹرنیشنل میڈیا، صحافی، دانشور غرضیکہ تمام لوگوں نے یوکرین کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا۔ جبکہ معصوم فلسطینیوں کے قتل عام پر مغربی طاقتیں نہ صرف یہ کہ اسرائیل کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کر رہے ہیں، بلکہ اس کی مدد کے لیے اپنی فوج، ایئر کرافٹ کیریئر اور سفارتی تائید بھی فراہم کر رہے ہیں۔

سفیر ریٹائرڈ، ضمیر اکرم کے مطابق:

"Brazen Western support for Israeli oppression manifests criminal hypocrisy and double standards, violating all norms of international law, democracy, freedom, human rights and humanity".[3]

"اسرائیلی جبر کی ڈھٹائی سے مغربی حمایت مجرمانہ منافقت اور دوہرے معیار کو ظاہر کرتی ہے، جو بین الاقوامی قانون، جمہوریت، آزادی، انسانی حقوق اور انسانیت کے تمام اصولوں کی خلاف ورزی کرتی ہے"۔

امریکہ صدر جو بائیڈن نے ہنگامی طور پر اسرائیل کا دورہ کیا اور اسرائیل کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ ان کے مطابق اسرائیل پر حملہ کسی بھی ملک کی سلامتی پر حملہ ہے، جس کا بھرپور جواب دینا چاہیے۔ امریکی ایئر کرافٹ کیریئر بحیرہ روم میں موجود ہیں، تاکہ اسرائیل کے خلاف حملے پر اس کی مدد کر سکیں۔ امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ اسرائیل کی حفاظت کے لیے مشرقِ وسطی کے ممالک کے دورے کر رہے ہیں۔

یوکرین پر روسی حملے کے بعد امریکی صدر جو بائیڈن نے روس کے خلاف سخت بیان دیا۔

"Together with our partners in Europe, we are supporting Ukraine in their fight for freedom now and we will help them over the long term. We are also working with nations everywhere to hold Russian forces accountable for the war crimes and other atrocities they have committed in Ukraine".[4]

"یورپ میں اپنے شراکت داروں کے ساتھ مل کر، ہم اب یوکرین کی آزادی کی لڑائی میں ان کی حمایت کر رہے ہیں اور ہم طویل مدت کے لیے ان کی مدد کریں گے۔ ہم ہر جگہ اقوام کے ساتھ مل کر روسی افواج کو یوکرین میں جنگی جرائم اور دیگر مظالم کے لیے جوابدہ ٹھہرانے کے لیے کام کر رہے ہیں"۔

جبکہ اسرائیلی جارحیت پہ صدر جو بائیڈن نے امریکہ کی اکثریت رائے کو نظر انداز کرتے ہوئے اسرائیل کا دورہ کیا اور انہیں ہر قسم کی معاونت کی یقین دہانی کرائی۔ فلسطینیوں کے ساتھ اظہارِ یکجہتی تو کیا کرنا، الٹا انہوں نے اپنے تیکھے بیانات سے فلسطینیوں کے زخموں پر نمک چھڑکا۔ الشفاء ہسپتال پر اسرائیلی حملہ، جس میں سینکڑوں لوگ جاں بحق ہوئے، صدر بائیڈن نے اس حملے کو حماس سے منسوب کر دیا۔

ایکسپریس ٹریبون کے کالم نگار رستم شاہ مہمند کے مطابق:

"What a mockery of international law and humanitarian norms when the deliberate destruction of a hospital that killed 500 people in Gaza is attributed by President Biden to an inaccurate Palestinian rocket!".[5]

---

[3]https://qoshe.com/02167143652

[4]https://www.whitehouse.gov/briefing-room/statements-releases/2023/08/24/statement-from-president-joe-biden-on-ukraine-independence-day/#:~:text=Together%20with%20our%20partners%20in,they%20have%20committed%20in%20Ukraine

[5]https://tribune.com.pk/story/2443101/west-backed-gaza-genocide-has-shamed-humanity?amp=1#amp_tf=From%20%251%24s&aoh=16991723486694&referrer=https%3A%2F%2Fwww.google.com

"غزہ میں ہسپتال کو دانستہ تباہ کر کے 500 افراد کو ہلاک کرنے والے میزائل کو جب صدر بائیڈن نے غلط فلسطینی راکٹ سے منسوب کیا تو اور بین الاقوامی قانون اور جنگی قوانین کا کتنا مذاق ہے"!

یورپین کمیشن بھی اس دوہرے معیار کو اپنانے میں کسی سے پیچھے نہیں ہے-سابق پاکستانی سفیر اور ڈان کی کالم نگار، ملیحہ لودھی اس رویے پر یوں رقم طراز ہیں:

"The EU Commission president Ursula von der Leyen once characterised Russia's "attacks on civilian infrastructure" that aimed to deprive people of water and electricity as "acts of pure terror". But neither she nor any Western leader chose to describe Israel's action of cutting off electricity, water, food and fuel supplies to Gaza in a similar way".[6]

"یوروپی یونین کمیشن کی صدر ارسولا وان ڈیر لیین نے ایک بار روس کی خصوصیات بیان کیں کہ "شہری انفراسٹرکچر پر حملوں کی نشاندہی" جس کا مقصد لوگوں کو پانی اور بجلی سے محروم کرنا تھا کہ یہ "خالص دہشتگردی کی کارروائیاں ہیں"- لیکن نہ تو انہوں نے اور نہ ہی کسی مغربی رہنما نے غزہ کو بجلی، پانی، خوراک اور ایندھن کی سپلائی بند کرنے کے اسرائیل کے اقدام کے خلاف اسی طرح بیان کرنے کا انتخاب کیا"-

یعنی جو معیار روس یوکرین جنگ پہ قائم کرتے ہیں وہ اسرائیل کی غزہ پر چڑھائی کے وقت کیوں بدل جاتا ہے؟ کیا غزہ میں انسانی المیہ کو وہ "انسانی المیہ" نہیں مانتے؟ جرمنی اور فرانس نے فلسطینیوں کے حق میں ریلیاں نکالنے پر پابندی عائد کر دی ہے- اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اظہار رائے کی آزادی جیسے ان کے نعرے کتنے بے معنی ہیں- امریکہ میں یونیورسٹیوں کے ڈونرز نے دھمکی دی ہے کہ اگر طلباء فلسطین کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کرتے ہیں تو وہ ان جامعات کی فنڈنگ روک لیں گے- گارڈین کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں عام سرکاری ملازم سے لے کر ہالی وڈ کے سلیبرٹیز کو فلسطین کے ساتھ حمایت پر خبردار کیا گیا ہے- باوجود ان پابندیوں کے، وہاں پہ انصاف پسند لوگ اپنی حکومتوں کی دوہری پالیسیوں پر سراپا احتجاج ہیں- آئرلینڈ کی قانون ساز کونسل کے سابقہ ممبر رچرڈ بوئڈ بیرڈ یورپی دوغلی پالیسیوں کو بے نقاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"You're happy to use the most strong and robust language to describe the crimes against humanity of [Russian President] Vladimir Putin, but you will not use the same strength of language when it comes to describing Israel's treatment of the Palestinians[7]".

"آپ [روسی صدر] ولادیمیر پیوٹن کے انسانیت کے خلاف جرائم کو بیان کرنے کے لیے انتہائی مضبوط اور سخت زبان استعمال کرنے پر خوش ہیں، لیکن جب بات فلسطینیوں کے ساتھ اسرائیل کے سلوک کو بیان کرنے کی ہو تو آپ اتنی مضبوط زبان استعمال نہیں کریں گے"-

برطانوی وزیراعظم رشی سنک کا کردار بھی فلسطین کے حوالے سے افسوسناک ہے، جبکہ یوکرین کی حمایت میں وہ بڑھ چڑھ کے شامل رہے ہیں-

مسئلہ یوکرین پر انہوں نے یوں بیان دیا:

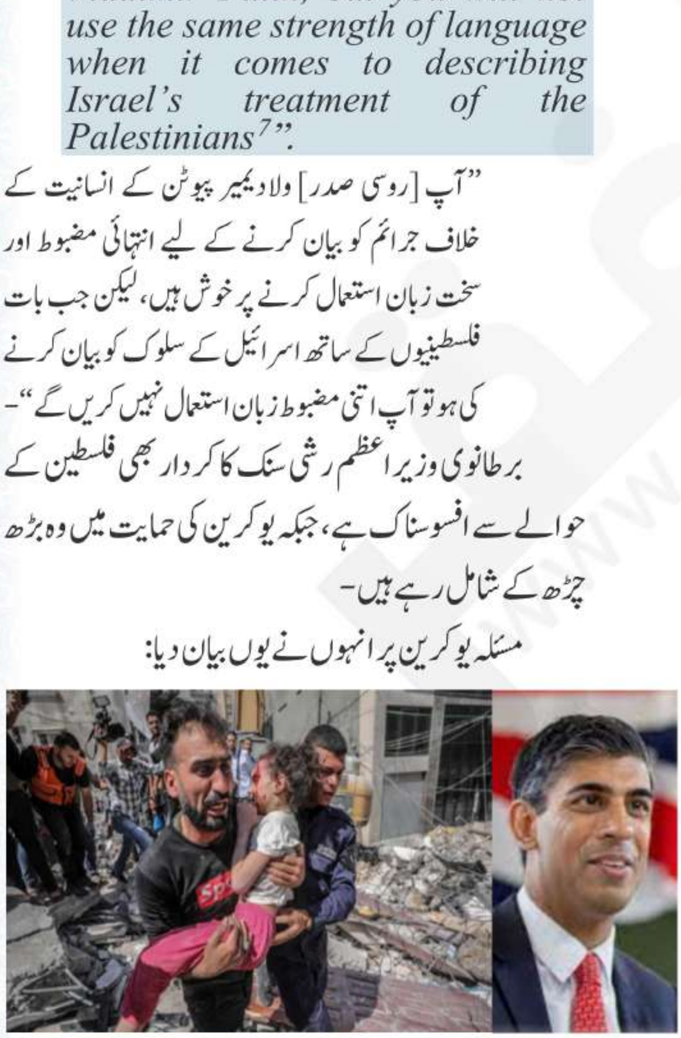

"Putin was launching indiscriminate attacks on civilians in Ukraine".[8]

[6]https://www.dawn.com/news/1786870/war-hypocrisy-and-tragedy
[7]https://www.aljazeera.com/news/2023/10/9/western-leaders-accused-of-hypocrisy-over-response-to-palestine-ukraine
[8]https://www.dawnnews.tv/news/1215741/

"پیوٹن نے یوکرین میں شہریوں پر اندھا دھند حملے شروع کیے"۔

برطانیہ نے یوکرین کے دفاع کو مضبوط بنانے کیلئے یوکرین کو فوجی ہتھیار بھی مہیا کیے ہیں، تاکہ روسی فوج کا مقابلہ کیا جاسکے۔

> *"The UK, the first country to provide Kyiv with modern battle tanks, also sent long-range cruise missiles to Ukraine ahead of its long-expected counteroffensive".[9]*

"برطانیہ، کی ایو (یوکرین کا دارالحکومت) کو جدید جنگی ٹینک فراہم کرنے والا پہلا ملک ہے، اس نے طویل فاصلے تک مار کرنے والے کروز میزائل بھی یوکرین کو اس کے طویل متوقع جوابی حملے سے پہلے بھیجے"۔

جبکہ اسرائیلی جارحیت پر وزیراعظم رشی سنک کا مؤقف مختلف ہے۔ انہوں نے اسرائیل کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کیلئے فوری طور پر اسرائیل کا دورہ کیا۔ اسرائیلی وزیر اعظم کے ساتھ پریس کانفرنس کے دوران انہوں نے کہا:

> *"I am proud to stand here with you in Israel's darkest hour, We will stand with you in solidarity. We will stand with you and your people. And we also want you to win[10]".*

"مجھے اسرائیل کی تاریک گھڑی میں یہاں آپ کے ساتھ کھڑا ہونے پر فخر ہے۔ہم یکجہتی کے ساتھ آپ کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ ہم آپ کے اور آپ کے لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے اور ہم یہ بھی چاہتے ہیں کہ تم جیتو"۔

برطانیہ کی ہوم سیکریٹری سیولا بریورمین نے کہا کہ فلسطین کے حق میں نکلنے والے مارچ "نفرت مارچ" ہیں۔ انہوں نے برطانیہ میں فلسطینی جھنڈا لہرانے پر پابندی کا اظہار کیا۔

جرمن چانسلر اولاف سکولز نے بھی دیگر مغربی طاقتوں کی طرح دوہری پالیسی کو اختیار کیا۔ روس کی مذمت میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔روس کے متعلق وہ کہتے ہیں:

> *"The Russian attack on Ukraine is a blatant violation of international law. There is no justification for it. Germany condemns this reckless act by President Putin in the strongest possible terms. Our solidarity is with Ukraine and its people".[11]*

"یوکرین پر روسی حملہ بین الاقوامی قوانین کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اس کا کوئی جواز نہیں۔ جرمنی، صدر پیوٹن کے اس لاپرواہ اقدام کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔ ہماری یکجہتی یوکرین اور اس کے عوام کے ساتھ ہے"۔

جبکہ فلسطینیوں کے قتلِ عام پر ان کے ضمیر میں ذرا بھی جنبش نہیں ہوئی۔ فاشزم کی روایت پر چلتے ہوئے وہ اسرائیل کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہیں۔

> *"At this moment, there is only one place for Germany — the place at Israel's side.[12]"*

"اس وقت جرمنی کی حمایت ایک ہی جانب ہے۔ وہ ہے اسرائیل"۔

آج یہ سب ان ممالک میں ہو رہا ہے، جو یوکرین کے حقِ خود ارادیت اور سلامتی کیلئے آہنی چٹان کی طرح کھڑے رہنے کی اداکاری کرتے رہے۔ جبکہ غزہ میں چڑھتے اسرائیلی ٹینک اور ان کے نیچے سسکنے والی معصوم جانیں مغربی ضمیر پر کوئی اثر نہیں ڈال سکیں۔ملیحہ لودھی، جو اقوام متحدہ میں پاکستان کی سفیر رہ چکی ہیں، اسی حقیقت پر لکھتی ہیں:

> *"While Western leaders denounced Russian military actions and targeting of civilians in Ukraine, they refused to apply the same principle to Gaza".[13]*

---

[9]https://www.ft.com/content/57ee0384-c431-42bf-a119-2c8cd05e436b
[10]https://www.aljazeera.com/news/2023/10/19/british-pm-sunak-in-israel-whats-on-his-agenda
[11]https://twitter.com/Bundeskanzler/status/1496730907704799233?t=0TsfKUUeOd7yYLcyC8WEjw&s=19
[12]https://apnews.com/article/germany-scholz-israel-aid-hamas-b38a3cf34895fbfc0c966bb27413886f
[13]https://www.dawn.com/news/1786870/war-hypocrisy-and-tragedy

"جبکہ مغربی رہنماؤں نے روسی فوجی کارروائیوں اور یوکرین میں شہریوں کو نشانہ بنانے کی مذمت کی، انہوں نے غزہ پر اسی اصول کو لاگو کرنے سے انکار کر دیا"۔

کینیڈا کے وزیر اعظم جسٹن ٹروڈو کے دوہرے معیارات بھی ڈھکے چھپے نہیں۔ کچھ ماہ پہلے کینیڈا کے اندر سکھ شہری قتل ہوا۔ تحقیق میں پتہ چلا کہ اس مکروہ کام میں بھارت کا ہاتھ ہے۔ جس وجہ سے وزیر اعظم جسٹن ٹروڈو نے بھارت کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کر دیئے۔ مگر اسرائیل ہزاروں فلسطینیوں کو شہید کر چکا ہے، اس پر وزیر اعظم ٹروڈو نے اظہار مذمت تک کرنا بھی پسند نہیں کیا، اس کے برعکس انہوں نے اسرائیل سے اظہار یکجہتی کیا۔

بھارت اور اسرائیل: مشترک پالیسیاں

اس تمام صورتحال میں بھارت کا کردار بھی قابلِ مذمت ہے۔ وزیر اعظم مودی نے کھل کر اسرائیل کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ بھارت اور اسرائیل دونوں قابض ریاستیں ہیں اور دونوں کی ظالمانہ پالیسیاں بھی تقریباً یکساں ہیں۔ جس طرح اسرائیل نے فلسطینیوں کی سرزمین پہ قبضہ کر کے ان کو حق خود ارادیت سے محروم کیا ہوا ہے، بعینہ بھارت نے کشمیر پر ناجائز قبضہ جما کر کشمیریوں کی آزادی کو سلب کیا ہوا ہے۔ دونوں اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لیے ظالمانہ ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں اور ان مذموم مقاصد کے لیے دونوں کو امریکی حمایت حاصل ہے۔ پاکستان کے سابق سیکریٹری خارجہ اعزاز احمد چودھری لکھتے ہیں:

"The two occupying powers also seem to learn how to sustain their illegal occupation of these territories from each other. Both enjoy firm US support".[14]

"ایسا لگتا ہے کہ دونوں قابض طاقتیں ایک دوسرے سے ان علاقوں پر اپنے غیر قانونی قبضے کو برقرار رکھنے کا طریقہ بھی سیکھ رہی ہیں۔ دونوں کو امریکی حمایت حاصل ہے"۔

اقوام متحدہ کی ناکامی:

حالیہ دنوں میں اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں غزہ میں جنگ بندی کے لیے قرارداد پیش کی گئی، لیکن امریکہ نے ہمیشہ کی طرح اس قرارداد کو ویٹو کر دیا۔ امریکہ نے اپنے زیادہ تر ویٹوز کو اسرائیل کی حمایت میں استعمال کیا۔

"The US has used its veto power at least 34 times to block UN Security Council resolutions that were critical of Israel".[15]

"امریکہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی ان قراردادوں کو روکنے کے لیے کم از کم 34 بار اپنے ویٹو پاور کا استعمال کر چکا ہے جو اسرائیل کے لیے تنقیدی تھیں"۔

مغربی ممالک کی دوہری پالیسی ان کے تعمیر کردہ بین الاقوامی مالیاتی اداروں اور تنظیموں سے بھی عیاں ہوتی ہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے قیام کا مقصد غریب اور پسماندہ ممالک کو مالی امداد فراہم کر کے خود مختار بنانا ہے۔ جبکہ، دراصل ان اداروں کو بطور آلہ استعمال کر کے امریکہ دوسرے ممالک کو کنٹرول کرتا ہے۔ مختلف ہتھکنڈوں کے تحت ممالک کو قرضوں کے جال میں پھنسایا جاتا ہے۔ جس کے بعد ان کی آزادی اور خود مختاری سلب کر لی جاتی ہے اور اقوامِ متحدہ میں ان کا ووٹ بھی امریکہ کی حمایت میں استعمال ہوتا ہے۔

انٹرنیشنل میڈیا کی متعصبانہ کوریج:

اس جنگ میں جہاں دیگر تنظیموں اور حکومتوں کی حقیقت آشکار ہوئی ہے۔ وہیں انٹرنیشنل میڈیا کی اصلیت بھی سامنے آگئی۔ میڈیا اور صحافت کا بنیادی نظریہ حق و سچ کو عوام

[14]https://www.dawn.com/news/1786580/two-struggles
[15]https://www.aljazeera.com/news/2023/10/26/how-the-us-has-used-its-veto-power-at-the-un-in-support-of-israel

تک پہنچانا ہوتا ہے۔ میڈیا جو خود کو آزاد سمجھتا ہے اور اظہار رائے کی آزادی کا راگ آلاپتے نہیں تھکتا وہ انٹرنیشنل میڈیا بھی اپنے حکمرانوں کی طرح حالات و مفادات کے مطابق رنگ بدل لیتا ہے اور ان کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنا رہتا ہے۔ یوکرین کی جنگ کو سی این این اور بی بی سی جیسے بڑے میڈیا نیٹ ورکس نے خوب کوریج دی۔ جس میں اس نکتۂ نظر سے پروگرام نشر کیے گئے، جن میں روس ظالم اور جابر ڈکٹیٹر کے طور پر سامنے آیا، لیکن یہی میڈیا غزہ میں جاری اسرائیلی جارحیت پر ایسے چپ ہے کہ سانپ سونگھ گیا ہو۔ بلکہ اس کے برعکس وہ اسرائیل کی کاروائیوں کی تائید کر رہے ہیں۔ ان چینلوں کے ملازمین کو فلسطین سے حمایت کا اظہار کرنے پر سختی سے منع کیا گیا ہے۔ دنیا میں جو چینل اسرائیلی بربریت کو بے نقاب کر رہے ہیں، یہ بھی مغربی ممالک کو گوارا نہیں۔ الجزیرہ چینل، جو بے دھڑک ہو کے اسرائیلی مکروہ عزائم کو بے نقاب کر رہا ہے اس کو روکنے کے لیے امریکی سیکرٹری آف سٹیٹ انتھونی بلنکن نے قطری حکام سے رابطہ کیا۔ ایکسپریس ٹریبیون کے مطابق:

> *"Blinken asked the Qataris to "turn down the volume on Al Jazeera's coverage because it is full of anti-Israel incitement." All this perhaps settles this question that Israel indeed exercises considerable control over the Western media and also perhaps the policies of Western capitals".[16]*

”بلنکن نے قطریوں سے کہا کہ الجزیرہ کی کوریج کو کم کر دیں کیونکہ یہ اسرائیل مخالف اشتعال انگیزی سے بھرا ہوا ہے“۔

”یہ سب شاید اس سوال کو حل کرتا ہے کہ اسرائیل واقعی مغربی میڈیا اور شاید مغربی دارالحکومتوں کی پالیسیوں پر کافی کنٹرول رکھتا ہے“۔

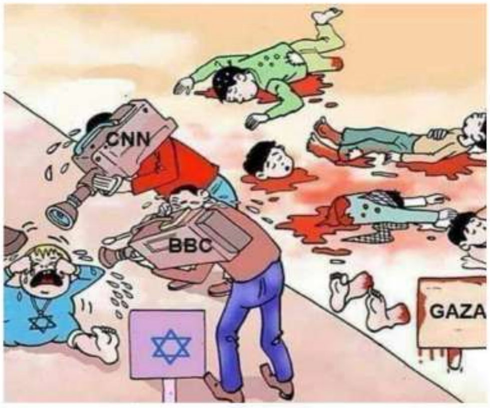

بین الاقوامی عدالت انصاف میں مغربی منافقت:

بین الاقوامی عدالت انصاف اقوامِ متحدہ کے زیرِ انتظام قائم عدالت ہے۔ یوکرین پر جارحیت کی وجہ سے اس عدالت نے روسی صدر ولادی میر پیوٹن کے خلاف وارنٹ گرفتاری جاری کیے ہوئے ہیں۔[17] لیکن اسرائیلی وزرائے اعظم، جنہوں نے سینکڑوں فلسطینیوں کو شہید کیا، جن میں عورتوں اور بچوں کو بھی نہیں بخشا گیا، ان وزراء کے خلاف آج تک اس عدالت نے وارنٹ گرفتاری جاری نہ کیے تو اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس عدالت کے فیصلے مغربی طاقتوں کی منشا کے مطابق کیے جاتے ہیں۔

حاصل بحث:

عالمی امن اور استحکام کے لیے بین الاقوامی اداروں اور تنظیموں کی غیر جانبداری ناگزیر ہے۔ ویٹو کی طاقت والی ریاستوں کو انصاف اور قوانین کے مطابق مسائل کو حل کرنا چاہیے۔ تاہم موجودہ حالات میں امریکہ اور اس کے تحت نیٹو کی ریاستیں بڑی طاقت ہیں، جن کی خود غرض اور مکارانہ پالیسیوں کی وجہ سے عالمی امن کو شدید دھچکا لگا ہے۔ کشمیر میں بھارتی جارحیت اور غزہ میں اسرائیلی جارحیت کی مغربی حمایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مغربی طاقتیں اپنے مفادات کے حصول کے لیے کسی حد تک بھی جا سکتی ہیں۔ تاہم اب دنیا کی نظر میں ان کی منافقت اور دوہرے معیارات عیاں ہو چکے ہیں۔ جلد یا بدیر ان کا زوال یقینی ہے، کیونکہ جھوٹ اور باطل کو ہمیشہ شکست ہوئی ہے۔

☆☆☆

---

[16] https://tribune.com.pk/story/2443617/israel-and-the-western-media

[17] https://www.icc-cpi.int/news/situation-ukraine-icc-judges-issue-arrest-warrants-against-vladimir-vladimirovich-putin-

مسئلہ فلسطین

اسرائیلی جارحیت

اور اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کا تجزیہ

جاوید اقبال

تعارف:

فلسطین کی سرزمین کئی دہائیوں سے تنازعات کا شکار ہے-یہ خطہ تاریخی طور پر مختلف اقوام کا مرکز رہا ہے جن میں نمایاں یہودی، عیسائی اور مسلمان ہیں-بیسویں صدی کے اوائل میں صیہونیوں کی ابھرتی تحریک نے فلسطین میں یہودی وطن قائم کرنے کی کوشش کی-فلسطین میں آباد ہونے والی یہ آبادی اس وقت 5 فیصد سے بھی کم تھی لیکن جنگِ عظیم اول کے بعد یہودیوں کی آبادکاری میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا اور یوں یہ تناسب 30 فیصد سے بھی بڑھ گیا-[1] یہ کوشش خطے میں یہودیوں اور عربوں (مسلمانوں) کے درمیان تناؤ کا باعث بنی جو بالآخر تشدد اور تنازعات میں بدل گئی- چونکہ مسلم کمیونٹی کا سرزمین فلسطین سے گہرا تعلق ہے، مسلم کمیونٹی کا یہ تعلق بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی وجہ سے کافی اہمیت کا حامل ہے-ان مقدس مقامات کی حفاظت مسلمان اپنا اخلاقی اور مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں-دوسری جانب دیگر اقوام (یہودی اور عیسائی) بھی اس مقدس سرزمین پر اپنا گہرا تعلق گردانتے ہیں اس تعلق کی وجہ مغربی دیوار اور ٹیمپل ماؤنٹ سمیت کئی اور اہم مذہبی مقامات ہیں- بہت سے یہودیوں کا خیال ہے کہ انہیں اس خطے میں رہنے اور یہودی ریاست قائم کرنے کا حق ہے- مسیحیوں کا بھی اس خطے سے تعلق ہے، کیونکہ یہ یسوع علیہ السلام کی جائے پیدائش ہے- تاہم، عیسائی زیادہ تر تنازعات میں غیر جانبدار رہے ہیں-

فلسطین تاریخی تناظر میں:

جب سلطنت عثمانیہ بیرونی خلفشار کے ساتھ ساتھ اندرونی طور پر بھی کمزور ہو رہی تھی-سرزمین فلسطین بھی اسی سلطنت کا حصہ تھی جس کا نظام ترکوں کے کنٹرول میں تھا- پہلی جنگ عظیم (1914-1918) میں Allied Powers کی فتح کے بعد یہ خطہ برطانیہ کے تسلط میں آیا، جس کے رزلٹ میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد کو فلسطین میں منتقل کیا گیا-[2] سلطنت عثمانیہ کی شکست کے بعد مشرق وسطی کی تقسیم (نئی ریاستوں کا قیام) کے باوجود برطانیہ نے سرزمین فلسطین کو اپنے زیر تسلط رکھا-[3] یہ وہ مرحلہ اور وقت تھا جب عرب اقوام اور صیہونی تنظیموں کے درمیان کشیدگی نے طوالت پکڑی- صیہونی تنظیمیں عسکری گروہ قائم کر کے متشدد پالیسی کی بنیاد پر ایک الگ ریاست کے قیام کے لیے اقدامات کرنے لگیں- یوں وہ دوسری جنگ عظیم (1939-1945) کے بعد ایک (ناجائز) ریاست کے حصول میں کامیاب ہو گئے- 1947 میں اقوام متحدہ کی ووٹنگ کے ذریعے یہ فیصلہ کیا گیا کہ فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے ایک حصہ جس میں یہودی ریاست ہو اور دوسرا حصہ جس میں مسلم / عرب

[1]https://www.palestineremembered.com/Acre/Maps/Story574.html
[2]https://users.ox.ac.uk/~metheses/Alexander.pdf
[3]https://dergipark.org.tr/en/download/article-file/1177222

ریاست (رقبہ) ہو گی اور یروشلم کو (بیت المقدس) ایک بین الاقوامی شہر ڈکلیئر کیا گیا-[4] یوں 14 مئی 1948 کو اسرائیل کا قیام عمل میں لایا گیا-[5] مسلمانوں کی سرزمین پر ایک ناجائز ریاست کے قیام کو عمل میں لانا مسلم دنیا کیلئے ایک آلارمنگ لمحہ تھا اور یوں یہ غم و غصہ عرب ممالک (اردن، مصر، شام اور عراق) اور اسرائیل کے درمیان جنگ کا سبب بنا- یہ غم و غصہ عرب اور اسرائیل کے درمیان (پہلی) جنگ کا سبب بنا- اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق سرزمین فلسطین جو فلسطینیوں کیلئے تھی اسے اسرائیل نے اپنے قبضے میں لے کر فلسطینیوں کے لیے ایک سانحے کو جنم دیا- ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً ساڑھے سات لاکھ فلسطینی یہودیوں کے ستم سے بچنے کیلئے ہمسایہ ممالک ہجرت کر گئے اور ہزاروں کی تعداد میں فلسطینیوں کو (اسرائیلی فوج کی طرف سے) بے دخل کر دیا گیا- اس کے بعد 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ میں عرب اتحاد کے شکست کی وجہ سے، شام سے گولان، مصر سے غزہ کی پٹی اور سینائی اور اردن سے مشرقی یروشلم سمیت ویسٹ بینک چھین لیا گیا-[6]

یوں اپنے مقبوضہ علاقہ جات کے حصول کیلئے 1973ء میں مصر اور شام نے اسرائیل پر حملہ کیا (جسے 'یوم کپور' کہا گیا) یہ حملہ بھی مصر کے لیے خاطر خواہ ثابت نہ ہوا-[7] یوں حالات کی سنگینی کو بھانپتے ہوئے 1979ء میں دونوں ممالک کے درمیان ایک امن معاہدہ[8] کروا کر مقبوضہ علاقے مصر کو واپس کیے گئے- مصر کے اس اقدام کی دیکھا دیکھی 24 اکتوبر 1994ء کو اردن نے اسرائیل کے وجود کو بطور ریاست تسلیم کر کے تعلقات بنا لیے-[9] مسلم دنیا کا اسرائیل کو بطور ریاست تسلیم کرنا ان کے قومی مفاد میں اضافہ تو نظر آیا لیکن فلسطینیوں پر ہونے والے جبر اور نسل کشی کو روکا نہ جا سکا-

اقوام متحدہ اور مسئلہ فلسطین:

اسرائیل فلسطین تنازعہ کے حل میں کئی سپر پاورز کے علاوہ، نیشنل، ریجنل اور گلوبل آرگنائزیشنز (اقوام متحدہ)، کئی اور بین الاقوامی ادارے شامل رہے ہیں- اقوام متحدہ نے متعدد قراردادیں منظور کی ہیں جن میں تشدد کے خاتمے اور فلسطینی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا گیا ہے- تاہم، اسرائیل کی طرف سے ان قراردادوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس تنازعہ کو طوالت دی گئی ہے- اسرائیل کی فلسطین پر جارحانہ حملہ اور تشدد میں حالیہ اضافے کی عالمی رہنماؤں کی جانب سے مذمت کی گئی ہے- بہت سے رہنماؤں نے تشدد کے فوری خاتمے اور دونوں فریقوں سے مذاکرات کی میز پر واپس آنے کا مطالبہ کیا- تاہم تنازعہ کے پرامن حل کی طرف بہت کم پیش رفت ہوئی ہے- حالیہ کشیدگی کے پیش نظر ترک صدر رجب طیب اردگان نے اسرائیلی قیادت سے اپیل کی ہے کہ وہ شہریوں پر حملے اور تشدد کا سلسلہ فوری بند کرے- سعودی ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان نے ”جبری نقل مکانی کی پالیسی“ کو مسترد کرتے ہوئے تشدد کے خاتمے کا مطالبہ کیا ہے- متحدہ عرب امارات کے شہزادہ محمد بن زید النہیان نے تشدد کی مذمت کی ہے اور تنازعہ کو فوری ختم کرنے کا مطالبہ کیا ہے- اردن کے شاہ عبداللہ دوم نے اسرائیل فلسطین تنازعے کے دو ریاستی حل

[4]https://www.un.org/unispal/data-collection/general-assembly/
[5]https://www.history.com/this-day-in-history/state-of-israel-proclaimed
[6]https://www.britannica.com/event/Six-Day-War
[7]https://www.aljazeera.com/features/2018/10/8/the-october-arab-israeli-war-of-1973-what-happened
[8]https://www.jewishvirtuallibrary.org/overview-of-israel-egypt-cooperation
[9]https://jstribune.com/yaron-the-israel-jordan-relationship/

کیلئے اپنی مضبوط حمایت کا اعادہ کیا ہے- کئی دہائیوں سے فلسطینیوں پر ہونے والے جبر اور نسل کشی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے امن کے دعویدار اور اقوام متحدہ پر اپنا اثر و رسوخ رکھنے والے امریکی صدر نے حماس کے اسرائیل پر حملے کی مذمت کرکے آنے والے دنوں میں اسرائیل کو ہر طرح کی مدد (ایک طرح جنگ میں طول) کی پیشکش کی ہے، اور اسرائیل کی سلامتی کے لیے امریکی عزم پر زور دیا ہے-

کینیڈین وزیر اعظم جسٹن ٹروڈو نے تشدد کے فوری خاتمے اور دونوں فریقوں سے مذاکرات کی میز پر واپس آنے کا مطالبہ کیا ہے- چین کے وزیر خارجہ وانگ یی نے اپنے اسرائیلی ہم منصب کو بتایا ہے کہ بیجنگ اسرائیل اور حماس کے درمیان جنگ سے ہونے والی ہلاکتوں سے غمزدہ ہے اور تشدد میں مزید اضافے کو روکنے اور دیرپا امن کے اقدامات کا خواہاں ہے- چین کے سرکاری میڈیا کی رپورٹ کے مطابق 7 اکتوبر سے شروع ہونے والا تنازعہ خطے میں "جنگ اور امن کے درمیان ایک اہم انتخاب" کی نمائندگی کرتا ہے، وانگ یی نے اسرائیلی وزیر خارجہ ایلی کوہن کو فون پر بتایا کہ ہر ملک کو اپنے دفاع کا حق حاصل ہے، لیکن انہیں بین الاقوامی انسانی قانون کی پاسداری کرنی چاہیے اور شہریوں کے تحفظ کا خیال رکھنا چاہیے- روسی صدر نے کہا ہے کہ امریکہ کی مشرق وسطیٰ میں ناکام پالیسی کی واضح مثال ہے، جس نے اس خطے میں مسلسل اپنی اجارہ داری قائم کرنے کی کوشش کی ہے-روس سمجھتا ہے کہ امریکہ اور یورپی یونین اسرائیل کی مکمل حمایت کرکے ایک برائی کا مجسمہ بنے ہیں جو کسی بھی طرح درست نہیں- عالمی رہنماؤں کے مؤقف سے یہ بات واضح ہے کہ تمام اسٹیک ہولڈرز پر امن فیصلے کے خواہاں ہیں-

اگر بات کی جائے اقوام متحدہ کی قرار دادوں کی تو تمام فیصلے فلسطینیوں کے موقف کی تائید کرتے ہیں- ان قراردادوں میں سے چند ایک کی وضاحت انتہائی ضروری ہے- فلسطین کا مسئلہ پہلی بار 1947ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سامنے لایا گیا اور یوں قرارداد 181 (II) کے ذریعے فلسطین کو دو ریاستوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ ہوا، ایک عرب، ایک یہودی ریاست اور یروشلم کو ایک خصوصی بین الاقوامی حکومت کے تحت رکھا گیا-[10]

1948ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد، جنرل اسمبلی نے 1949ء کی قرارداد 194 (III) کے ذریعے فلسطینی پناہ گزینوں کی واپسی اور بحالی کے حقوق کی توثیق کرتے ہوئے فریقین کو حتمی فیصلے تک پہنچنے میں مدد کے لیے مصالحتی کمیشن برائے فلسطین (UNCCP) قائم کیا گیا تاکہ تنازعہ کو احسن انداز (Peaceful) میں حل کیا جاسکے-[11]

1974ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے قرارداد 3236 منظور کی، جس میں فلسطین میں فلسطینی عوام کے ناقابل تنسیخ حقوق کی توثیق کی گئی- جس میں بیرونی مداخلت کے بغیر حق خودارادیت، قومی آزادی اور خود مختاری کا حق، اور "ان کے گھروں اور جائیدادوں میں واپس جانے کا حق جہاں سے وہ بے گھر ہوئے تھے کا حق بھی شامل ہے- جنرل اسمبلی نے قرارداد 3237 کی بھی منظوری دی جس نے پی ایل او (PLO) کو اقوام متحدہ میں مبصر کا درجہ دیا گیا-[12] مزید یہ کہ 1975ء میں جنرل اسمبلی کی قرارداد 3376 کے ذریعے،

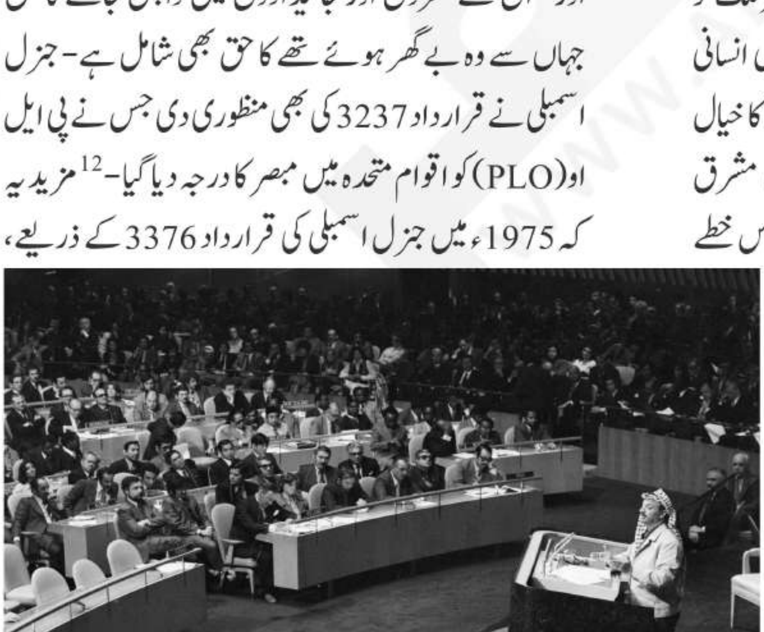

[10]https://www.un.org/unispal/data-collection/general-assembly/
[11]https://www.hrw.org/legacy/campaigns/israel/return/un194-rtr.htm
[12]https://www.un.org/en/ga/62/plenary/palestine/bkg.shtml

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطینی عوام کے ناقابل تنسیخ حقوق کی مشق "CEIRPP: Committee on the Exercise of the Inalienable Rights of the Palestinian People" پر کمیٹی قائم کر کے قراردادوں پر عمل درآمد کی درخواست کی تاکہ فلسطینی عوام بیرونی مداخلت کے بغیر اپنے ناقابل تنسیخ حقوق، حق خود ارادیت، قومی آزادی، خود مختاری اور اپنے گھر اور املاک کو واپس لینے میں کامیاب ہو سکیں-[13]

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد 478، جو 20 اگست 1980 کو منظور کی گئی، جس میں اسرائیل کے مشرقی یروشلم کے الحاق کی کوشش کی مذمت کی گئی تھی- UNSC 478 نے اسرائیل کی جانب سے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد 476[1] کی عدم تعمیل کو نوٹ کیا اور اسرائیل کے 1980 کے یروشلم قانون کی مذمت کی جس میں یروشلم کو اسرائیل کا "مکمل اور متحدہ" دارالحکومت قرار دیا گیا، جو کہ بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی ہے-[14]

29 نومبر 2012ء کو جنرل اسمبلی نے فلسطین کو اقوام متحدہ میں غیر رکن مبصر ریاست کا درجہ دیا- اسمبلی اور اس کے ذیلی اداروں جیسے انسانی حقوق کونسل کے ایجنڈے پر متعلقہ امور میں فلسطینیوں کا حق خود ارادیت، قدرتی وسائل پر ان کی خود مختاری، امداد، پناہ گزینوں، آئی ڈی پیز (Internally displaced persons)، UNRWA United Nations Relief and Works Agency for Palestine Refugees، انسانی حقوق، اسرائیلی آباد کاری، فلسطین اور یروشلم سمیت دیگر مسائل کے پرامن حل کی بات کی-

اس کے علاوہ اقوام متحدہ کے ذیلی شاخیں بھی ذمہ داری کے ساتھ اپنی ڈیوٹی نبھا رہی ہیں- اقتصادی اور سماجی کونسل (ECOSOC) جو 26 جون 1945 کو بنائی گئی تین جہتوں (اقتصادی، سماجی اور ماحولیاتی) کو بڑھانے کیلئے اقوام متحدہ کے زیر نگرانی ذمہ داریاں نبھا رہی ہے- یہ کونسل اقوام متحدہ کی اہم کانفرنسز اور سربراہی اجلاسوں کی کارروائیوں کی بھی ذمہ دار ہے- ECOSOC اقوام متحدہ کی شراکت داری اور سول سوسائٹی کی شرکت کے لیے ایک گیٹ وے کے طور پر کام کر رہی ہے- گزشتہ برسوں کے دوران ECOSOC کی طرف سے فلسطینی آبادی کے حالات زندگی پر اسرائیلی قبضے کے بعد معاشی اور سماجی اثرات کے متعلق کئی قراردادیں منظور کی گئی ہیں- فلسطینی خواتین کی مدد اور فلسطینی عوام کے حق خود ارادیت پر اس کونسل کا کام نمایاں ہے-[15]

اقوام متحدہ کی قراردادوں اور امن کیلئے کوشاں ممالک کی ممکنہ امن آپشنز پر عمل درآمد نہ ہونا دراصل ان ممالک پر ایک طرح سے فرد جرم ہے جو مثبت تبدیلی لانے کی طاقت رکھتے ہیں لیکن اسرائیل کی ہمدردی اور بین الاقوامی قوانین پر عمل درآمد اور عالمی نظام کے احترام کے دعوؤں کے برخلاف صورتحال کو بہتر بنانے میں کوئی کردار ادا نہیں کرتے-

یہاں یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ اسرائیل اور فلسطینی علاقے کا مسئلہ پیچیدہ اور کثیر الجہتی ہے، جس میں تاریخی، جغرافیائی سیاسی اور ثقافتی عوامل شامل ہیں- اقوام متحدہ (UN) اسرائیل- فلسطین تنازعہ سے متعلق مختلف قراردادوں میں شامل رہا ہے اور ان قراردادوں پر عمل کرنا تنازعہ کا موضوع رہا ہے- یہاں کچھ سماجی، اقتصادی، سیاسی اور نظریاتی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے اسرائیل اور دیگر جماعتی گروپ نے مسئلہ

[13]https://www.un.org/unispal/committee/
[14]http://unscr.com/en/resolutions/478
[15]https://www.un.org/unispal/data-collection/the-united-nations-economic-and-social-council/

فلسطین پر اقوام متحدہ کی قراردادوں پر پوری طرح عمل نہیں کیا-

تاریخی تناظر میں ریاست اسرائیل کے قیام کے نتیجے میں فلسطینی عربوں کی نقل مکانی ہوئی، جس کے نتیجے میں جاری کشیدگی اور تنازعات شروع ہوئے-اس کے علاوہ اسرائیل نے خود خطے میں کچھ ایسے اقدامات کیے ہیں جو سیکورٹی خدشات کا سبب بنے ہیں-

امریکہ سمیت دیگر مغربی اور کچھ مشرقی (ہندوستان) ممالک نے مفادات کی بنا پر اسرائیل کے ساتھ ایک مستحکم اتحاد بر قرار رکھاہے اس اتحاد میں نمایاں جغرافیائی، سیاسی، معاشی، فوجی تعاون اور ثقافتی تعلقات ہیں- حال ہی میں ہونے والے اتحاد میں جی 20 کی طرف سے لایا جانے والا نیا معاشی (انڈیا، مڈل ایسٹ یورپ کوریڈور) پلان ہے- اس طرح کے اتحاد ہمیشہ فلسطین اسرائیل تنازعہ پر اثر انداز رہے ہیں-چند دیگر ممالک بشمول ورلڈ سپر پاورز نے اپنے قومی مفاد کا تحفظ کے لیے عالمی قانون کی دھجیاں اڑائی ہیں-

جمہوری ممالک میں ملکی سیاست، خارجہ پالیسی کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے- سیاسی رہنما مفاد پرست گروہوں اور انتخابی تحفظات کی بنا پر اسرائیل-فلسطین کے مسئلے پر فلسطینی مؤقف کو متاثر کر رہے ہیں-

کچھ ممالک نظریاتی طور پر اسرائیل کے ساتھ مشترکہ اقدار، تاریخی، جغرافیائی اور سیاسی تعلقات کے تحفظ کی بنیاد پر اتحاد کیا اور یہ نظریاتی صف بندی اسرائیل فلسطین مسئلے کے حل میں اقوام متحدہ کی قراردادوں پر اثر انداز رہی-

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو اکثر اسرائیل فلسطین تنازعہ سے متعلق قراردادوں پر اتفاق رائے تک پہنچنے میں بہت سے چیلنجز کا سامنا رہاہے- رکن ممالک کے درمیان ویٹو کے اختیارات اور مختلف قومی مفادات قراردادوں کے موثر نفاذ میں رکاوٹ کا موجب بنے-

فریقین کے درمیان اعتماد کی کمی تنازعہ کی شدت اور قراردوں پر عمل نہ کرنے کا موجب بنی- ماہرین کے مطابق اعتماد کی کمی کا اصل محرک یک طرفہ طور پہ طاقت کا سنگین استعمال ہے-

یہ وہ عوامل ہیں جو مؤثر عمل درآمد میں رکاوٹ کا باعث بنے ہیں- اس مسئلے (اسرائیل فلسطین تنازعہ) کے حل کے لیے کئی اقدامات توجہ طلب ہیں- سب سے پہلے دونوں فریقین کو بامعنی مذاکرات میں شامل ہونے کے لیے تیار ہونا ہو گا- بامعنی مذاکرات کیلیے سمجھوتہ کرنے اور مراعات دینے کی آمادگی درکار ہے- دوسرا، عالمی برادری کو پر امن حل کے لیے زیادہ فعال کردار ادا کرنا ہو گا- خطے میں امن فوج کی تعیناتی کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی جاری رکھنے پر اسرائیل پر اقتصادی پابندیاں عائد کرنا ہوں گی- اسرائیل فلسطین تنازعہ ایک پیچیدہ اور دیرینہ مسئلہ ہے جس کے حل کے لئے ایک جامع اور کثیر جہتی نقطہ نظر کی ضرورت ہے-

☆☆☆

غزہ شہر

کے اہم تاریخی حقائق

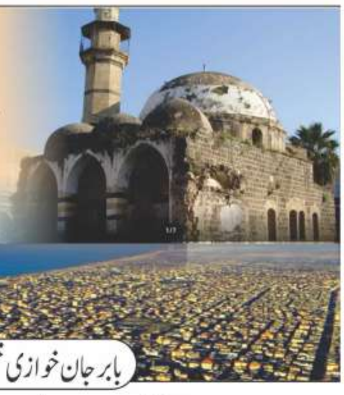

بابر جان خوازی خیل

غزہ کے مستقبل کو تو تاریکی میں دھکیلا جا رہا ہے لیکن اس کی تاریخ پر روشن رکھنا از حد ضروری ہے- شاید اس کی تاریخ کی آگاہی ہی اس کے مستقبل کی ضمانت بن سکے- یہودی غزہ کی زمین اس کی تاریخ کو مسخ کر کے ہی حاصل کر سکتے ہیں جبکہ فلسطینیوں کو بھی اپنی بقاء کا راز اسی تاریخ سے تلاش کرنا پڑے گا- یہودیوں کے اس خطے پر حق حکمرانی کا واحد جواز جو تاریخ سے اخذ کیا جاتا ہے اس جواز کا جواب بھی تاریخ کے جھروکوں میں جانکے بغیر نہیں دیا جا سکتا- تماشہ باز مداری مؤرخین تاریخ کے دھاروں کو بدلنے کی کسی کوشش سے باز نہیں آئیں گے -یہی ان کی فطرت رہی ہے کہ ہمیشہ حق اور سچ کو جھٹلاتے رہے ہیں-اس مضمون میں ہم جاننے کی کوشش کریں گے کہ کیا غزہ کی تاریخ اس کے حال اور مستقبل میں کوئی کردار ادا کر سکتی ہے؟

غزہ شہر کی معلوم تاریخ کم و بیش چار سے پانچ ہزار سال پر محیط ہے -اس دوران غزہ کسی ایک حکومت کے زیر اثر یا کسی واحد تہذیب کی آماجگاہ نہیں رہا بلکہ:

"Gaza was ruled, destroyed and repopulated by various dynasties, empires, and peoples".[1]

"غزہ پر مختلف خاندانوں، سلطنتوں اور لوگوں کی حکومت، آباد کاری اور تباہی رہی"-

معلوم تاریخ کے مطابق دراصل یہ ایک کنعانی بستی تھی-یہ کنعانی کون تھے؟ کیا یہ یہودی تھے؟ کنعانیوں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے ہی غزہ کے اصل مکینوں کی شناخت ممکن ہو سکے گی-

"Canaan was a Semitic-speakaing civilization and region of Southern Levant in the Ancient Near East during the 2nd millennium BC".[2]

"کنعان اصل میں سامی زبانیں بولنے والی تہذیب تھی جو تقریباً 2000 سال ق-م میں قدیم مشرق قریب کے جنوبی لیونٹ میں آباد تھی"-

کنعان کی بیان کردہ دونوں خصوصیات، (لسانی اور جغرافیائی پہچان) کا تجزیہ کرنے سے ہمیں کنعانیوں کی اصل پہچان واضح ہو جاتی ہے-سب سے پہلے یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ سامی (سمیٹک) زبانیں کون سی ہیں-

سامی زبانیں افریقی ایشیائی زبانوں کے خاندان کی شاخ سے ہے-جن میں عربی، امہاری، عبرانی کے علاوہ متعدد دیگر قدیم اور جدید زبانیں شامل ہیں- کنعان کے لوگ ان میں سے 5 مختلف قسم کی سامی زبانیں بولتے تھے جو پونیشین، عمونائی، موآبی، عبرانی اور ادومی ہے-

- پونیشین ایک معدوم کنعانی سامی زبان ہے جو صور (لبنان) اور صیدا (لبنان) کے شہروں کے آس پاس کے علاقے میں بولی جاتی تھی-[3]
- "صور لبنان کا ایک شہر ہے جو دنیا کے قدیم ترین مسلسل آباد شہروں میں سے ایک ہے"-[4] جبکہ صایدون یا صیدا لبنان کا تیسرا بڑا شہر ہے-

[1]Filfil, Rania; Louton, Barbara (September2008). "The Other Face of Gaza; The Gaza Continuum"
[2]En.m.wikipedia.org, November 16,2023 [3]en.m.wikipedia.org.(17-11-2023)
[4]The world's 20 oldest cities. The Telegraph 30 May 2017.

- عمونی ایک کنعانی زبان ہے جو جدید دور کے اردن میں بولی جاتی تھی-اسی کے نام پر اردن کے دار لحکومت کا نام عمان رکھا گیا ہے-
- موآبی جدید دور کے وسطی مغربی اردن میں بولی جاتی تھی-
- عبرانی
- ادومی جنوب مغربی اردن اور موجودہ اسرائیل کے کچھ حصوں میں بولی جاتی تھی-

لہٰذا پہلی حقیقت جو یہاں سے واضح ہوتی ہے کہ کنعانی جو غزہ کے باشندے تھے وہ صرف عبرانی زبان بولنے والے اور یہودی نہیں تھے-نہ ہی صرف عبرانی زبان کو سامی زبان سے منسوب کیا جا سکتا ہے-البتہ سامی عبرانی زبان کے علاوہ متعدد دیگر زبانوں کا مجموعہ ہے-

اسی طرح کنعان کی جغرافیائی خدوخال کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جنوبی لیونٹ (کنعان) کا علاقہ موجودہ اسرائیل، فلسطین، اردن اور کچھ محققین کے نزدیک جنوبی لبنان، جنوبی شام اور سنائی جزیرہ پر مشتمل ہے- اسی طرح قدیم مشرق قریب ایک ایسا خطہ ہے جو ابتدائی تہذیبوں کا گھر تھا اور جو تقریباً جدید مشرق وسطیٰ پر مشتمل تھا:

"میسوپوٹامیا (جدید عراق، جنوبی ترکی، جنوب مغربی ایران اور شمال مشرقی شام وغیرہ)"[5]

"قدیم مصر، قدیم پارس، اناطولیہ اور مغربی آذر بیجان"[6]

کنعان آٹھ مختلف پولٹی، علاقوں یا لوگوں پر مشتمل تھا جو پونیشین، فلسطینی، اسرائیلی، موآب، عمون، ٹجیکا، گیشور اور ادومی کہلاتے تھے- ان لوگوں کا موجودہ پتہ اور شناخت درجہ ذیل ہے:

- پونیشین مشرقی بحیرہ روم کے علاقے میں شروع ہونے والی ایک قدیم سامی تہذیب تھی جو بنیادی طور پر جدید لبنان میں واقع ہے-[7]
- موآب بحیرہ مردار کے مشرقی ساحل کے ساتھ جدید اردن کے جنوب میں واقع ہے-[8]
- عمون دریائے زرقہ اور وادی مجیب کے درمیان موجود اردن کا علاقہ ہے-[9]
- ٹجیکا مصری سمندری لوگ تھے-
- گیشور جدید دور کے گولان کے پہاڑیوں کے علاقے میں واقع ہے-[10]
- ادوم موجودہ جنوبی اسرائیل اور اردن کے درمیان تقسیم ہے-

جغرافیائی حقائق سے بھی یہ بات واضح ہے کہ کنعانی جو کہ غزہ کے قدیم باشندے تصور کیے جاتے ہیں، وہ صرف موجودہ اسرائیل میں رہنے والے یہودی نہیں تھے بلکہ کنعانی اُوپر بیان کردہ علاقوں میں بسنے والے مختلف قوموں کے مختلف زبانیں بولنے والے لوگ تھے- آسان الفاظ میں کنعان اوپر بیان کیے گئے 8 علاقوں میں رہنے والے لوگوں اور بیان کردہ 5 زبانیں بولنے والوں پر مشتمل ہے-

اب غزہ کی پانچ ہزار سالہ تاریخ کو مختلف ادوار اور عہد حکمرانی کے تناظر میں بیان کیا جاتا ہے-

کانسی کا دور:

غزہ میں آباد کاری کی تاریخ اور ابتدائی آثار 3300 سے 3000 ہزار سال قبل مسیح ہے-یہ آباد کاری ٹیل از سکن کے مقام پر موجود تھی جو کہ موجودہ غزہ شہر کے جنوب میں واقع ہے-

"Tell es – Sakan standing some 5 km south of Gaza City in what is today the Gaza strip".[11]

[5] "Nemet-Nejat, Karen Rhea, Daily Life in Ancient Mesopotamia".(1998)
[6] "Armenian Highland " Encylopaedia Britannica.August 28,2017
[7] Kitto, John (1851).A Cyclopedia of Bibilical Literature. Adan and Charles Black.
[8] LaBianca, oystein S.;Younke, Randall W.(1995).
[9] Marilyn J. Lundberg."Ancient Texts Relating to the Bible:
[10] Avraham Negev and Shimon Gibson.(2001)
[11] de Miroschedji, Pirre; Sadeq, Moain (31Agust 2015)
The New Encyclopedia of Archaeological Excavations in the Holy Land. Vol 5

"ٹیل از سکن موجودہ غزہ کی پٹی کے جنوب میں 5 کلو میٹر کے فاصلے پر موجود ہے"۔

یہاں پر قدیم مصر کا قلع موجود تھا جو کہ کنعانی علاقہ پر قائم کیا گیا تھا۔اس دور میں کنعانیوں اور مصر کے درمیان زرعی اجناس کی تجارت کے بدولت غزہ نے کافی خوشحالی دیکھی لیکن بعد میں مصر کے تجارتی مفادات اور رجحان لبنان کی طرف بڑھنے سے غزہ کا کردار صرف سامان کی ترسیل کیلیے بندرگاہ کے طور پر محدود ہو گیا۔کانسی کے ابتدائی دور کے دوسرے فیز (3000 سے 2700ق-م) میں تقریباً اس علاقے کو ترک کر دیا گیا۔

یہاں ایک بات کی وضاحت بڑی ضروری ہے کہ یہ ساری پیش رفت جس کانسی کے دور میں ہو رہی ہے اس کے اختتام پر یہودی قوم کا آغاز ہوتا ہے۔"کانسی کا دور تقریبا 3300ق-م سے 1150ق-م تک ہے"۔[12] یہودی قوم کی ابتداء ہی کانسی کے دور کے اختتام پر ہو رہی ہے۔

کنعانیوں نے 2500ق-م میں ٹیل از سکن کو دوبارہ آباد کیا اور 2250ق-م میں غزہ شہر کی تہذیب نے ایک بار پھر مکمل اختتام دیکھا اور غزہ کے تمام شہروں میں سکونت ختم ہو گئی۔اس کے بعد ابتدائی کانسی کے دور کے چوتھے فیز میں 2200 سے 2100ق-م میں ایک نیم خانہ بدوشی دیہاتی آباد کاری قائم رہی اور وادی غزہ میں دریا کے کنارے ٹیل الاجل کے مقام پر ایک نیا شہری مرکز قائم ہونے لگا۔

"It is located at the mouth of Wadi Ghazzah just south of the town of Gaza".[13]

"ٹیل الاجل غزہ ٹاؤن کے جنوب میں بالکل وادی غزہ کے منہ پر قائم ہے"۔

کانسی کے وسطی دور 1550-2100ق-م کے دوران ٹیل از سکن کنعان کے جنوب میں واقع ایک قلعہ تھا جس کو 1650ق-م میں کنعانی ہائکسوس نے فتح مصر کے بعد پرانے شہر کی باقیات پر دوبارہ تعمیر کیا۔

"Hyksos is a term which, in modern Egyptology, Designates the kings of the fifteenth Dynasty of Egypt".[14]

"ہائکسوس ایک اصطلاع ہے جو جدید مصریات میں مصر کے پندرویں خاندان کے بادشاہ کے لیے استعمال ہوتی ہے"۔

یہ کنعانی ہائکسوس بھی ممکنہ طور پر یہودیوں کو ظاہر نہیں کرتا جیسا کہ ہائکسوس کو مغربی لیونٹ سے تعلق رکھنے والا ظاہر کیا گیا ہے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ موجودہ اسرائیل جنوبی لیونٹ میں واقع ہے۔مذکورہ بالا مطالعہ میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ غزہ میں آثار قدیمہ کہ قدیم ترین آثار ٹیل از سکن کے مقام پر ہے جہاں مصری آبادکاری کے آثار کنعانیوں سے بھی پہلے موجود تھے۔

قدیم دور:

ایک صدی کے بعد یہ شہر پھر تباہ ہوا جب ہائیکسوس کو مصر سے نکالا گیا۔مصر نے تیسری دفعہ ٹیل الاجل پہ ایک شہر قائم کیا۔جو کانسی کے دور کے اختتام پر ایک دفعہ پھر تباہ ہوا۔العرض! وہ شہر جو موجودہ غزہ ہے مسلسل مصر، شام (آشوری) اور میسپوٹامیا (عراق) کے درمیان جنگوں کا مرکز بنا رہا۔مثال کے طور پر:

"Egyptian Pharaoh Ahmose1 completed his victory over the Hyksos by conquering their stronghold Sharuhen near Gaza after a three-year siege"[15].

[12] En.m.wikipedia.org, November 16,2023
[13] "ll. Preliminary Results 1 Swedish Archaeology in Jordan, Palestine and Cyprus, Peter Fischer" Retrieved 19 october 2020
[14] Bietak 2001,p. 136.
[15] Grimal 1988, p. 193

"مصر کے فرعون آہموس نے غزہ کے قریب شاروہن کو تین سال کے محاصرہ کے بعد فتح کیا اور ہائیکسوس کو شکست دی"۔

قدیم مصری اور شامی ریکارڈ میں غزہ کا بار بار تذکرہ ملتا ہے۔ جیسے "امرنا کے خطوط میں اسے: ھزاتو" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

امرنا محفوظ شدہ دستاویزات ہیں جو دراصل مصر اور کنعان میں ان کے نمائندوں اور قریبی ریاستوں کے درمیان سفارتی خط و کتابت ہے۔ جس کا دورانیہ کم و بیش 30 سال ہے (1332-1360)-[16]

تھتموسس جو کہ مصر کے اٹھارہویں خاندان کا چھٹا فرعون تھا کے دور (1425-1479ق-م) غزہ کو شام اور مصر کے تجارتی راستے کے طور پر بیان کیا اس کے بعد تقریباً 350 سال غزہ مصر کے ہاتھ میں رہا اور 12ویں صدی ق-م میں اسے فلسطینیوں نے آباد کیا۔

"فلسطینی ایجین سے ہجرت کر کے کانسی کے دور کے اختتام پر 1175 میں کنعان میں آباد ہوئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے سامی معاشروں سے بھی کچھ تہذیبی عناصر اپنائے لیکن اپنا جداگانہ کلچر بھی برقرار رکھا"۔[17]

ایجین کا تعلق یونانی تہذیبوں سے ہے۔

"ایجین کی اصطلاح تین الگ الگ لیکن ایک دوسرے سے رابطے میں اور جغرافیائی طور پر جڑے ہوئے علاقے تھے جو کریٹ، سائیکلیڈز اور یونان سرزمین پر مشتمل ہے"۔[18]

"نو آشوریوں کے ہاتھوں 604ق-م میں صدیوں محکوم رہنے کے بعد بالا آخر اس فلسطین پولٹی کو نئی بیبی لونک (Babylon) سلطنت کے بادشاہ نیکیوبدنزار نے تباہ کیا"۔[19]

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ غزہ شہر کئی بار تباہ ہونے کے بعد دوبارہ آباد ہوا اور یہاں یونان سے آنے والے جن لوگوں نے فلسطین کو 1175ق-م میں آباد کیا اور جنہیں فلسطینی کہا گیا یہ غالباً موجودہ فلسطینیوں کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ مختلف حوالہ جات میں ان ایجین فلسطینیوں سے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ یہ تاریخ کے صفحات سے غائب ہو گئے اور بعد میں ان کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ (مزید تحقیق درکار ہے)

"اس سلطنت کا حصہ بننے کے بعد اور اس کی جانشین فارس سلطنت کے بعد فلسطینیوں کی شناخت کھو گئی اور 5ویں صدی ق-م میں تاریخ اور آثار قدیمہ کے ریکارڈ سے غائب ہو گئے"۔[20]

"بائبل میں بیان کردہ حقائق کے مطابق پہلی بار غزہ حضرت داؤد (علیہ السلام) کے دور میں 11ویں صدی ق-م کے اوائل میں اسرائیلیوں کے قبضہ میں آیا"۔[21]

یہاں پر ایک حیران کن تحقیق کا حوالہ دینا بڑا ضروری ہے۔ یہ تحقیق ڈاکٹر آرنلڈ ٹائن بی کی ہے۔ ان کی ماضی بعید میں پائی جانے والی تہذیبوں کی تحقیق پر مبنی ایک شہرہ آفاق اور مستند کتاب 'تاریخ کا مطالعہ' (A Study of History) ہے۔ یہ کتاب بارہ جلدوں پر مشتمل ہے جس میں ماضی میں پائی جانے والی کم و بیش 36 تہذیبوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ ڈاکٹر موصوف کی تحقیق کے مطابق یہودیت کا جنم بیبی لونک (Babylon) تہذیب سے ہوا۔[22]

"تحقیق کے مطابق بیبی لونک سلطنت (عراق) کا دورانیہ (1894-539ق-م) ہے"۔[23]

[16]Moran, p.xxxiv
[17]Aaron j. Brody; Roy j. King (2013). " Genetics and the Archaeology of Ancient Israel Human Biology. 85(6):925
[18]"Aegean Civilizations "Encyclopedia Britannica. Retrieved February 1, 2019.
[19]"St. Fleur, Nicholas. 2019." DNA Begins to Unlock Secrets of the Ancient Philistines" The New York Times .
[20]" Meyers 1997, p.313.
[21]Gaza- (Gaza, al –Azzah), Studium Biblicum Franciscanum – Jerusalem, 2000-12-19, archived from the original on 2012-07-28, retrieved 2009-02-16".
[22]Dr Arnold Toyn Bee (Vol=vii. Table iii & iv).
[23]En.m.wikipedia.org ,November 16,2023

اسی تہذیب کے لوگوں میں یہودیت کا جنم ہوا- توریت کے بعد یہودیت کی سب مقدس کتاب تالمود بھی اسی نسبت سے بائبلونئین کہلاتی ہے-

بیبی لونک تہذیب کا ماخذ سمیری تہذیب ہے-اس کے متوازی مصر میں مصری تہذیب اپنی الگ شناخت کے ساتھ موجود تھی گو کہ مصری تہذیب پر سمیری تہذیب کے اثرات موجود تھے، لیکن اس بارے میں محققین بغیر کسی ابہام کے متفق ہیں کہ سمیری اور مصری دو الگ تہذیبیں تھیں-بیبی لونک تہذیب (1894-539ق-م) کے پہلے وسط میں کہیں جا کر یہودیت کا جنم ہوا تاہم غزہ پر مصری حکمرانی کے آثار ان کے وجود میں آنے سے بھی قبل موجود ہیں-

"جب کنگ ڈم آف اسرئیل پر تغلات پلیسر 111اور سرگون 11 نے قبضہ کیا تو غزہ 730ق-م میں نو آشاری سلطنت میں شامل ہو گیا"-[24]

"آج اگر گوگل پہ کنگڈم آف اسرائیل (720-930 ق-م)اور یہودہ کا نقشہ دیکھیں تو غزہ کا علاقہ اس وقت بھی ان دونوں ریاستوں میں شامل نہیں تھا بلکہ آزاد دیکھایا گیا ہے"-[25]

"601-600ق-م میں بیبی لون کے بادشاہ نیکیوبد نزار کو دوبارہ مصر کے فرعون نیچو اور میگڈول نے غزہ کے قریب شکست دی"-[26]

"332ق -م میں الیگزینڈر مقدونی نے 5 ماہ کے محاصرے کے بعد غزہ فتح کیا"-[27]

"پھر اس نے غزہ کو سٹی اسٹیٹ یا پولس بنایا اور یونانی تہذیب نے غزہ میں جڑیں پکڑنی شروع کی اور ہلینک فلسفے اور تعلیم کا مرکز بنا"-[28]

"غزہ کو ایلوس گیبنئیس نے از سر نو تعمیر کیا جب 63ق-م میں اس کو سلطنت روم میں شامل کیا"-[29]

"سلطنت روم کے 600 سالہ دور میں غزہ امن اور ترقی کا گہوارہ بنا رہا-اور مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے درمیان تجارت کیلئے ایک معروف بندر گاہ رہا"-[30]

"66صدی عیسوی میں یہودیوں نے بغاوت کر کے غزہ کو جلا دیا-اور اگلے سال ٹائٹس کے یروشلم کو تباہ کرنے کے بعد غزہ پھر اہمیت اختیار کر گیا"-[31]

اسلامی دور:

637عیسوی میں تین سال محاصرے کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے دور میں غزہ کو فتح کیا گیا-اس کے بعد 1917ء تک کچھ تعطل کے ساتھ غزہ مسلسل مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہا-خلفائے راشدین کے بعد غزہ 750ء تک بنو امیہ کے زیر اثر رہا پھر 750 سے غزہ پر عباسی خلافت کا دور شروع ہوا- 767ء میں غزہ شہر میں محمد ابن ادریس الشافی پیدا ہوئے جن کو امام شافعی کے نام سے جانا جاتا ہے اور شافعی مسلک کے بانی ہیں-977ء میں غزہ فاطمی سلطنت کے زیر اثر آیا اور 1100ء میں صلیبیوں نے فاطمیوں سے غزہ کا کنٹرول حاصل کر لیا جو زیادہ عرصہ قائم نہیں رہا اور صلاح الدین ایوبی نے 1187ء میں غزہ کو واپس فتح کر لیا-1260ء میں منگولوں نے غزہ کو مکمل طور پر تباہ کر دیا اور بہت جلد مصر کے مملوک سلطان رکن الدین بائبرس نے منگولوں کو باہر نکال کر غزہ دوبارہ فتح کر لیا-پھر غزہ میں 1294، 1348 اور 1352 میں بالترتیب شدید زلزلہ ،مہلک وباء اور تباہ کن سیلاب آیا- 1516ء میں غزہ خلافتِ عثمانی میں شامل ہوا جو کم و بیش پہلی جنگ عظیم تک عثمانی خلافت کے زیر اثر رہا-

[24]Gaza- (Gaza, al –Azzah), Studium Biblicum Franciscanum – Jerusalem, 2000-12-19, archived from the original on 2012-07-28, retrieved 2009-02-16"

[25]En.m.wikipedia.org,November 16,2023

[26]Bassir 2017, P. 9.

[27]Gaza- (Gaza, al –Azzah), Studium Biblicum Franciscanum – Jerusalem, 2000-12-19, archived from the original on 2012-07-28, retrieved 2009-02-16"

[28]Ring, 1996, P. 287

[29]Gaza- (Gaza, al –Azzah), Studium Biblicum Franciscanum – Jerusalem, 2000-12-19, archived from the original on 2012-07-28, retrieved 2009-02-16"

[30]Ring, 1996, P. 287

[31]Dowling, 1913, P. 33.

موجودہ دور:

پہلی جنگ عظیم کے بعد خلافت عثمانیہ کا علاقہ ہونے کی وجہ سے غزہ 1948ء تک تاج برطانیہ کے زیر تسلط آ گیا- 1948ء عرب-اسرائیل جنگ کے بعد مصر نے غزہ کا کنٹرول حاصل کرلیا جو 1967ء تک قائم رہا-اسی سال عرب-اسرائیل جنگ کے نتیجہ میں اسرائیل غزہ پر قابض ہو گیا اور بے پناہ ظلم کے نتیجے میں غزہ کے لوگوں نے مسلح جدو جہد کا آغاز کیا-

"2008ء میں انسانی حقوق اتحاد نے دعویٰ کیا کہ 1967ء سے غزہ پر اسرائیلی قبضہ کے بعد انسانیت سوز واقعات اپنی آخری حد پر پہنچ گئے ہیں"-[32]

ستمبر 1993ء میں اسرائیل اور "فلسطین لبریشن آرگنائزیشن" نے اوسلو معاہدہ پر دستخط کیے جس کے نتیجے میں غزہ پر فلسطین کا انتظامی اختیار تسلیم کر لیا گیا-2005ء میں اسرائیل نے یک طرفہ طور پر غزہ سے فوج اور آباد کاری کا انخلاء کیا لیکن ساتھ ہی سمندری تجارتی پابندی عائد کر دی- 2007ء سے اب تک اسرئیل نے کئی بار غزہ پر تباہ کن حملے کیے جو درجہ ذیل ہیں:

1. Operation Summer Rains
2. Operation Cast Lead
3. 2009 میں ٹینکوں، توپ خانے اور نیوی کا سمندری حملہ
4. 2012 کا آٹھ روزہ حملہ
5. 2021 کا گیارہ روزہ حملہ

مذکورہ بالا تحقیق اور مطالعہ سے واضح طور پر نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسرائیل کی ریاست اور یہودیوں کا کسی طور غزہ پر کوئی تاریخی حق تسلیم نہیں کیا جاسکتا- اگر یہودی ربی تاریخ کی بنیاد پر حق جتلاتے ہیں تو جناب آپ سے بھی دو ہزار سال قبل غزہ آباد تھا- اگر مذہبی بنیاد پر آپ کا دعویٰ مان لیا جائے تو زرتشی اور بت پرستوں کو آپ خود ہی یہ علاقہ حوالہ کر دیں- بات ہو عہد حکمرانی کی تو پھر شامی اور مصریوں کو امور سلطنت اور حکمرانی سونپ دیں- کیونکہ وہ آپ سے دو ہزار سال قبل حکمرانی کر رہے تھے- اور غزہ کی معلوم 5 ہزار سالہ تاریخ میں آپ صرف 2 سے اڑھائی سو سال حکمران رہے ہیں- اگر باشندگی کی قدیمیت کو بنیاد بنایا جائے تو کنعانی صرف اسرائیلی نہیں تھے بلکہ لبنان، اردن، شام، فلسطین کے علاقوں میں رہنے والے آٹھ مختلف قسم کے لوگ تھے- کنعانی صرف موجودہ اسرائیل اور یہودیوں کو نہیں کہا جاسکتا- لسانی بنیاد پر بھی آپ کی دلیل کمزور ہے کیونکہ کنعانی پونیشین، عمونائی، موآبی، ادومی اور عبرانی بولتے تھے- عہد حاضر کے کسوٹی پہ آپ کے عزائم کو پرکھا جائے تو مذہبی بنیاد پر آپ دعویٰ نہیں کرسکتے کیونکہ غزہ کی 99 فیصد آبادی مسلمان ہے- جمہوریت

Palestinians expelled

In 1948, Zionist military forces expelled at least **750,000 Palestinians and captured 78 percent of historic Palestine.** The remaining 22 percent was divided into the West Bank and Gaza Strip.

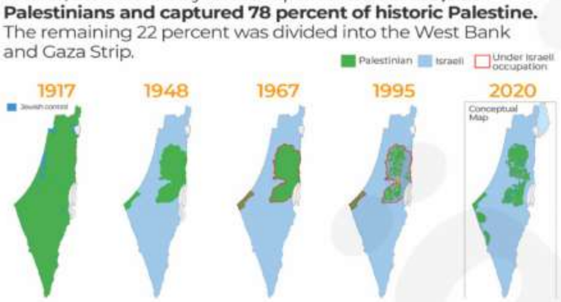

کے اصولوں پر آپ کا دعویٰ پرکھیں تو آبادی کے 99 فیصد لوگوں کی رائے آپ کے خلاف ہے- معیار اگر عالمی جرگہ رکھا جائے تو (یواین او) میں آپ جھوٹے ثابت ہوتے ہیں- بظاہر لگتا تو ایسا ہی ہے کہ حملے اور قبضے کے جائز اور ناجائز ہونے کا اخلاقیات، قانون یا کسی اصول سے تعلق نہیں رہا البتہ یہ صرف طاقت کا معاملہ بن گیا ہے- دنیا جنگل کے قانون پر چل پڑی ہے جہاں طاقتور ہونا جائز اور ناجائز طے کرنے کا معیار بن گیا ہے- کیونکہ آپ کریں تو نو آبادیاتی نظام جائز، کالے اور گورے کی نسلی عصبیت جائز، عراق، افغانستان، لیبیاء اور مشرقِ وسطیٰ کے حملے جائز، فلسطینیوں کی نسل کشی جائز- قصہ مختصر! طاقتوروں کے اقدامات کے جائز اور درست ہونے کا معیار اخلاقیات، قانون یا کوئی بین الاقوامی اصول نہیں-

☆☆☆

[32] "Human rights coalition: Gaza at worst since 1967 CNN.2008-03-06. Archived from the original on May 6, 2008. Retrieved 2009-01-19.

پاکستان بنانے کا مقصد مسلمانوں کو تسلط شدہ انگریز سامراج اور ہندو سیاسی حکمرانی سے نجات دلا کر ایک آزاد اسلامی ریاست کا قیام تھا جس کی بنیاد کلمہ طیب پر رکھی گئی تھی جس کی ترجمانی اصغر سودائی نے ”پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ“- اس نظم نے نعرے کی شکل اختیار کر کے پاکستان کے عین نظریے کی ترجمانی کی- اسی نظریے کی بنیاد پر بانیانِ پاکستان کا مؤقف فلسطین کے لئے اظہر من الشمس تھا اور بطور سیاسی لیڈران بھی وہ اس چیز کو بخوبی سمجھتے تھے کہ فلسطین پر یہودیوں اور مغرب زدہ طبقے کا قبضہ بین الاقوامی قوانین کے مطابق قطعاً ناجائز ہے- زیرِ غور مقالہ میں شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح کی فلسطین کی خاطر کی گئی خطوط و بیان اور جدوجہد کا جائزہ لیا جائے گا- واضح رہے کہ علامہ اقبال اور قائداعظم کے مابین مسئلہ فلسطین کو لے کر 1937ء میں خط و کتابت کا سلسلہ بھی روا رہا تھا کیونکہ اقبال چاہتے تھے کہ فلسطین کا مقدمہ مسلم لیگ کے لئے اوج ہو- انھیں امید تھی کہ لیگ اس مسئلے پر ایک مضبوط قرارداد منظور کرے گی اور فلسطینی عربوں کی حمایت میں کوئی مثبت کارروائی ہوگی- وہ اس مقصد کے لئے جیل جانے کو بھی تیار تھے جو اسلام اور ہندوستان دونوں کو متاثر کرتا ہو-[1]

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال اور مسئلہ فلسطین:

جب عالمی جنگِ اول چل رہی تھی تب ایک نیا باب شروع ہوچکا تھا اور عالمی طاقتوں کا مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ ازِ سر نو تشکیل دینا تھا- وقت کے جھروکوں میں سلطنتِ عثمانیہ میں کالی بھیڑوں نے منافرت و منافقت کا ایسا تخم بویا جس نے اندر اندر ہی اپنی جڑیں مضبوط کیں اور عالمی جنگ دوم کے خاتمے تک فلسطین میں دنیا بھر سے یہودیوں نے آ کر بسنا شروع کر دیا اور پھر برطانوی سامراج کی سوچی سمجھی سازش اور پلاننگ کے نتیجے میں 1948ء میں فلسطین کے سینے میں خنجر کھونپ کر ایک ناجائز ریاست اسرائیل کو قائم کر ڈالا لیکن اس تباہی کا خدشہ علامہ اقبال اپنی حیات میں ہی بھانپ چکے تھے اور مسئلہ فلسطین پر آپ کی توجہ مرکوز تھی- مغربی ممالک فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کر کے اپنے وعدوں سے انحراف کر رہے تھے جو انہوں نے فلسطین میں امن اور فلسطینیوں کے حقوق کے تحفظ پر کئے تھے- 30 دسمبر 1919ء کو لاہور میں منعقد اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے اقبال نے ایک قرارداد پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ برطانوی حکومت نے مشرق وسطیٰ میں مسلمانوں کی سرزمین کے حوالے سے جو وعدے کیے تھے انہیں پورا کیا جائے- اقبال نے زور دیا کہ کسی بھی مسلم سرزمین کا کوئی حصہ کسی دوسرے کے حوالے نہیں کیا جانا چاہیے-[2] اسی مدعے پر اقبال نے شعر میں کہا:

رندان فرانسیس کا میخانہ سلامت
پر ہے مئے گلرنگ سے ہر شیشہ حلب کا
ہے خاک فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا
مقصد ہے ملوکیت انگلیس کا کچھ اور
قصہ نہیں نارنج کا یا شہد و رطب کا

[1] Letters of Iqbal by Basheer Ahmed Daar, pg: 264-265

[2] انوار اقبال از بشیر احمد ڈار، ص:42-43

عالمی جنگ اول کے بعد لیگ آف نیشنز امن عالم کا بیڑہ اٹھانے کیلئے بنی لیکن عجب مغربی سازش کہ فلسطینی ریاست پر انگشت بدندان اور تعزیتی کلمات کے سوا عملی پیش رفت میں آج تلک کچھ کارگر نہ ہو سکا- اقبال نے اس بارے تنقید کرتے کہا تھا:

تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

اقبال نے اس مغرب زدہ ذہنی قافلے کو قبر سے کفن چوری کرنے والے سے تشبیہ دی:

برفتد تا روش رزم درین بزم کہن
درد مندان جهان طرح نو انداخته اند
من ازین بیش ندانم که کفن دزدی چند
بہر تقسیم قبور انجمنی ساخته اند

”جہاں کا دکھ درد رکھنے والوں نے نئی بنیاد ڈالی ہے تاکہ دنیا سے جنگ کی ریت کو ختم کیا جائے لیکن میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ کچھ کفن چوروں نے قبروں کو آپس میں بانٹنے کے لئے ایک انجمن بنائی ہے“-

1924ء اور اس سے قبل سے اقبال کی سرد آہ شعلہ فغاں بنتی رہی- وہ بارہا برطانوی سامراج کو آڑھے ہاتھوں لیتے رہے اور مسلمانانِ ملت کو شعور و آگہی اور تڑپ و تحرک کی دوا دیتے رہے تاکہ قوم مسائل مشرقِ وسطیٰ پر یکجا ہو سکے- اقبال لکھتے ہیں:

حضرتِ کرزنؔ کو اب فکرِ مداوا ہے ضرور
حکم برداری کے معدے میں ہے دردِ لایطاق
وفد ہندوستاں سے کرتے ہیں سر آغا خاں طلب
ہے نیا چورن پئے ہضمِ فلسطین و عراق

یہودیوں کا بڑھتا اثر و رسوخ اقبال کی نگاہ میں مغرب کو بھی لے ڈوبے گی اور آج اس کا عملی نمونہ ہمارے سامنے ہے- امریکہ جیسی بڑی طاقت اور سیاسی جماعتیں یہودیوں کی زیر اثر ہیں-[3] اقبال نے 17 نومبر 1932ء میں منعقدہ تیسری گول میز کانفرنس میں بھی یہی بات اٹھائی تھی کہ برطانیہ کو اس سے باز آجانا چاہئے اور اگر عرب سے اچھے تعلقات کا خواہاں ہے تو واضح رہے کہ فلسطین مسلمانوں کا ہے اسے صیہونیت کو نہیں دیا جا سکتا-[4] اقبال نے کہا تھا:

تاک میں بیٹھے ہیں مدت سے یہودی سود خور
جن کی روباہی کے آگے ہیچ ہے زور پلنگ
خود بخود گرنے کو ہے پکے ہوئے پھل کی طرح
دیکھیے پڑتا ہے آخر کس کی جھولی میں فرنگ

1933ء میں مجلس قانون ساز سے خطاب میں اقبال نے واضح کیا تھا کہ مسلمان دوسرے مسلمان سے ہمدردی رکھتا ہے- انہوں نے برطانوی حکومت کی فلسطین اور وزیرستان میں اختیار کردہ پالیسی کی سخت الفاظ میں تنقید کی-[5] 1936ء میں جب برطانیہ نے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی سفارش کی تو اقبال نہایت افسردہ ہوئے اور اس سرزنش اور سازش پر برطانوی مارگریٹ فارقورہرسن کے نام 20 جولائی 1937 کو مکتوب لکھا:

”میں بدستور بیمار ہوں اس لیے فلسطین رپورٹ پر اپنی رائے اور وہ عجیب اور غریب حالات اور احساسات جو اس نے ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں بالخصوص اور ایشائی مسلمانوں کے دلوں میں بالعموم پیدا کیے ہیں یا کرسکتی ہے، تفصیل سے تحریر نہیں کر سکتا- لیگ آف

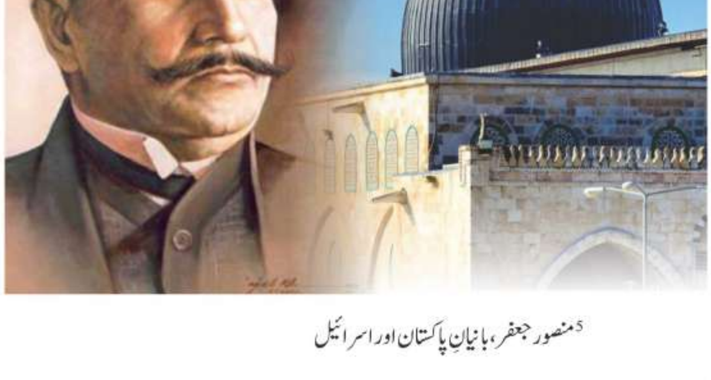

[3] اقبال اور جدید دنیائے اسلام، ص:336

[4] ٹائمز لندن مورخہ 25 نومبر 1933، بحوالہ عاشق حسین بٹالوی تصنیف مذکور، ص:209

[5] منصور جعفر، بانیانِ پاکستان اور اسرائیل

نیشنز کو چاہیے کہ بیک آواز ہو کر اس ظلم اور طغیان کے خلاف احتجاج بلند کرے اور برطانوی باشندگان کو سمجھائے کہ عربوں سے ناانصافی نہ کریں بلکہ ان وعدوں کو ایفا کریں جو گزشتہ جنگ عظیم کے دوران برطانیہ کے حکمرانوں نے عربوں سے کیے تھے- حقیقی طاقت کے نشے سے سرشار ہوا انسان اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے تو تباہی سے ہمکنار ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا"-[6]

اقبال نے اس سیاسی منظر نامے کے متعلق اپنی تشویش کا اظہار کرتے کہا تھا کہ یہودی حضرت عمر فاروق کے داخلہ فلسطین سے قبل ہی فلسطین کو خیر باد کر چکے تھے لیکن برطانیہ نے جان کر اس خطے کو یہود و عرب کی کشمکش گاہ بنایا-[7] علامہ صاحب فرماتے ہیں:

"میں عربوں کے ساتھ نہ انصافی کو شدت سے محسوس کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ مدبرین برطانیہ کے دلوں میں آج بھی ان مواعید کے ایفا کرنے کے احساس کو پیدا کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے انگلستان کے نام پر عربوں سے کیے تھے بہت اچھا ہوا کہ برطانوی پارلیمنٹ نے حال کے مباحث میں تقسیم فلسطین کے مسئلے کو کھلا رکھا ہے پارلیمنٹ کے اس فیصلے سے مسلمانانِ عالم کو یہ حقیقت با کمالِ وضاحت آشکارا کرنے کا موقع مل گیا ہے کہ فلسطین کی تقسیم کا سوال صرف فلسطین تک ہی محدود نہیں بلکہ یہ ایسا مسئلہ ہے جو تمام عالم اسلام پر یکساں موثر ہے اگر ہم اس مسئلے پر تاریخی نقطہ نگاہ سے نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ یہ خاص اسلامی مسئلہ ہے اسرائیلیوں کی تاریخ کی روشنی میں یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ یروشلم میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے داخلے سے بہت پہلے مسئلہ فلسطین کا اسرائیلی پہلو ختم ہو چکا تھا- یہودیوں کو فلسطین سے بالجبر خارج نہیں کیا گیا تھا"-[8]

ضربِ کلیم میں انہوں نے اسی متعلق اظہار کیا:

جَلتا ہے مگر شام و فلسطیں پہ میرا دِل
تدبیر سے کھُلتا نہیں یہ عُقدۂ دُشوار
تُرکانِ 'جفاپیشہ' کے پنجے سے نکل کر
بیچارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار

قائداعظم محمد علی جناح اور مسئلہ فلسطین:

قائداعظم محمد علی جناح اور آپ کی سربراہی میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مسئلہ فلسطین پر ببانگِ دہل بات کی- 1933ء سے 1946ء تک فلسطین پر 18 قراردادیں منظور کی گئیں، باقاعدگی سے یومِ فلسطین منایا جاتا، ہر سطح پر فلسطینی عوام کے ساتھ یکجہتی اور اتحاد کا اظہار کیا جاتا رہا- حتیٰ کہ قراردادِ پاکستان کے موقع پر بھی فلسطین کے ساتھ یکجہتی کی قرارداد منظور کی گئی- قائداعظم بمثلِ اقبال تادمِ مرگ فلسطین کی آواز بنے رہے- 11 جولائی 1937ء کو اپنے بیان میں کہا:

"فلسطین رپورٹ عربوں کے ساتھ بے حد شدید ناانصافی کرتی ہے اور اگر برطانوی پارلیمان نے اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کر دی تو برطانوی قوم عہد شکنی کی مرتکب ہو گی-ایسا کام کرنا جو سراسر ناانصافی پر بنی ہو غلط ہوتا ہے اور صرف اس لیے کہ اس سے زحمت کم سے کم ہو جائے گی، یا یہ خصوصی مفاد کے حسبِ حال ہے- برطانیہ کو اپنے عہد بے خوفی کے ساتھ پورے کرنے چاہیں"-[9]

قائد محترم مسلم لیگ رہنماؤں کو مسئلہ فلسطین کے لئے ابھارتے رہے تھے اور 1938ء میں قاہرہ میں ہونے والی کانگرس کے لئے وہ خواہشمندان شرکت کنندگان کو خط بھی لکھتے رہے-سندھ مسلم لیگ کانفرنس میں قائداعظم نے کہا:

جہاں تک فلسطین کے المیے کا تعلق ہے جو فی الوقت جاری ہے اور انتہائی بے رحمانہ طریقے سے عربوں پر ظلم کیا جا رہا ہے کیونکہ وہ اپنے ملک کی آزادی کی خاطر جدوجہد میں مصروف ہیں- مجھے آپ کو یہ بتانے کی بمشکل ہی ضرورت ہو گی کہ ہمارے پاس ایسے قائل کرنے والے ثبوت موجود

[6] مشمولہ اقبالنامہ، ج:3، ص:445-448
[7] اقبال کا سیاسی سفر، ص:310
[8] اقبال کا سیاسی سفر، ص:308
[9] دی ٹائمز، بتاریخ 12 جولائی 1937

ہیں اور جن کا ہند کے طول و عرض میں مظاہرہ کیا گیا کہ عربوں کی دلیرانہ اور قابلِ تعریف جدوجہد میں جو وہ جملہ مخالفت کے باوجود اور بغیر کسی دفاع کے کر رہے ہیں، ہر مسلمان کا دل ان کے ساتھ ہے- آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کی قرار داد کے مطابق سارے ہندوستان میں 26 اگست کو ''یومِ فلسطین'' منایا گیا اور اطلاعات کے مطابق بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ سارے ملک میں ہزار ہا جلسے منعقد ہوئے جن میں ان لوگوں کے ساتھ پوری پوری مخلصانہ ہمدردی کا اظہار کیا گیا جو اپنے ملک کی آزادی کی خاطر لڑ رہے ہیں- مسلمانوں کے دل زخمی اور مجروح ہوجاتے ہیں جب وہ بہادر عربوں پر ظلم و تعدی اور بے رحمی کی خبر اور اس کی تفصیلات سنتے ہیں اور مجھے علم ہے کہ کُل عالَمِ اسلام وہاں برطانیہ کے افعال دیکھ رہا ہے- آل انڈیا مسلم لیگ کے اختیار میں جو کچھ بھی ہوا وہ فلسطین میں عربوں کے مقصدِ عظیم کے ضمن میں مدد کرے گی-[10]

10 نومبر 1938ء کو بمبئی میں مسئلہ فلسطین پر برطانوی حکمتِ عملی پر قائداعظم نے کہا:

''میری رائے میں برطانیہ کو عربوں سے عہد شکنی نہیں کرنی چاہیے تھی اور بہت پہلے عربوں کو موعود (وعدہ کی گئی) آزادی دے دینی چاہیے تھی- مزید یہ بہت ظالمانہ بات تھی کہ یہودیوں کو، ان کے زیرِ اثر، بیرونی اقوام کے اشارے پر، کوڑے کرکٹ کی طرح فلسطین میں پھینک دینے کی کوشش کی جائے اور اس طرح خود یہودیوں کے لیے بھی از حد قابلِ رحم صورت حال پیدا کر دی جائے جو عربوں کی سرزمین پر جائیں اور اپنے نام نہاد قومی وطن کی دلیل کے تحت وہاں قیام پذیر ہو جائیں''-

1938ء میں قائداعظم مسلم لیگ اور مسلمانوں کے ہر جلسے اور ہر کانفرنس میں فلسطین کے مسئلے پر بہت زیادہ توجہ دیتے رہے- قائداعظم حالانکہ ابھی کسی آزاد ریاست کے لیڈر نہ تھے لیکن پھر بھی عرب مسلمانوں کی امید افزاء نگاہیں ان کی جانب مبذول تھیں-[11]

30 جنوری 1939ء کو فلسطین کے معاملے پر قائداعظم نے برطانوی وزیر کو ٹیلی گرام میں کہا:

''آل انڈیا مسلم لیگ برطانوی حکومت پر زور دیتی ہے کہ وہ مسلم لیگ کو فلسطین کانفرنس میں نمائندگی دے اور ''فلسطین قومی عرب مطالبات'' کو تسلیم کرے- مسلم ہند نہایت بے قراری کے ساتھ نتائج کا منتظر ہے- میں برقیہ کے ذریعہ سے سارے ہند میں پھیلے ہوئے جذبات کی شدت اور تاثرات کا کماحقہٗ اظہار نہیں کر سکتا- کانفرنس کی ناکامی کا سارے عالَمِ اسلام میں تباہ کن اثر ہوگا اور سنگین نتائج برآمد ہوں گے- میں بھروسہ کرتا ہوں کہ آپ اس مخلصانہ اپیل پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں گے''-[12]

انہی مراحل کا تسلسل چلتا رہا اور 17 فروری 1944ء کو وزیراعظم برطانیہ کو قائداعظم نے ٹیلی گرام میں لکھا:

''بااثر حلقوں کی حمایت سے امریکی اور صہیونی پروپیگنڈا زبردست خوف اور خطرے کو جنم دیتا ہے- وائٹ پیپر اور ان یقین دہانیوں سے کوئی انحراف صریحی ناانصافی اور عہد شکنی کی جانب ایک اور قدم ہوگا''-[13]

1945 تا 46 اسی طرح خطوط اور بیانات کا سلسلہ جاری رہا جس میں قائداعظم نے بھرپور انداز میں مسئلہ فلسطین کو اجاگر کیا اور برطانوی سامراج کو للکارتے رہے- اپریل

[10] صدارتی خطبہ، سندھ مسلم لیگ کانفرنس کراچی: 8 اکتوبر 1938

[11] تنویر قیصر شاہد، اسرائیل بارے قائداعظم

[12] دی سول اینڈ ملٹری گزٹ، بتاریخ: 1 فروری 1939

[13] روزنامہ ڈان، 17 فروری 1944

1946ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل میں فلسطین پر مدعا

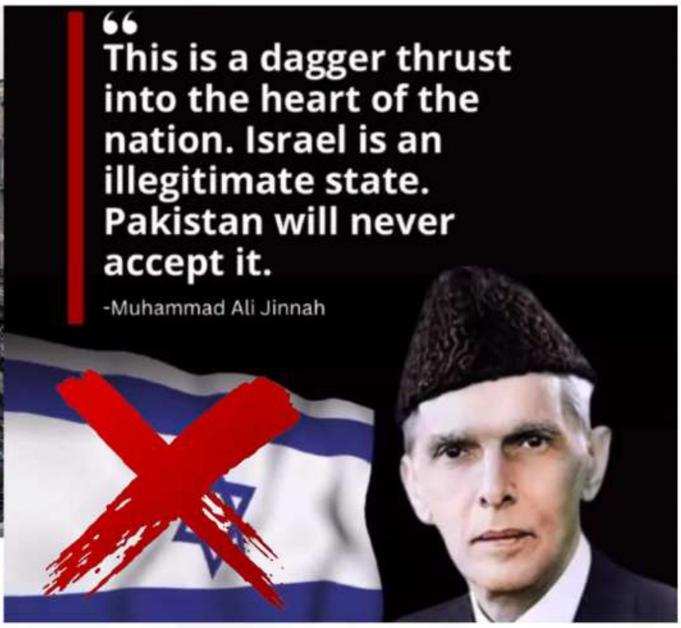

اٹھایا گیا اور پھر قرارداد منظور ہوئی۔ قائد نے فرمایا:

"جس دِن سے برطانیہ کو فلسطین کا مینڈیٹ دیا گیا ہے یہ ایک ایسی تاریخ بن گئی ہے جو تاریک تر ہوتی جا رہی ہے۔ برطانیہ جیسی عظیم طاقت بھی امریکی یہُود کے دباؤ میں آگئی ہے"۔[14]

اسی بیان میں قائد نے امریکہ اور برطانیہ کی جنگوں میں تیل ڈالنے والی نحوست کو بھی واضح کیا تھا جو یہ دونوں ممالک آج تک کر رہے ہیں کیونکہ انہوں نے بخوبی اندازہ لگالیا تھا کہ مغرب کی دھوکے بازی، فریبی اور جھوٹی باتیں ہرگز فلسطین کا حل نہیں چاہیں گی۔ قائد نے واضح طور پر کہا تھا کہ یہ مسئلہ گرچہ یہود و عرب کا ہے سو وہ آپس میں خود اسے حل کرلیں گے۔ 1947ء میں قیامِ پاکستان کے ایک ماہ بعد قائداعظم نے فلسطین کے مفتی اعظم امیر الحسینی کے نام خط لکھا اور انہیں اعتماد میں لیا کہ پاکستان مسئلہ فلسطین میں صفِ اول میں کھڑا ہے۔ اسی سال 8 دسمبر کو امریکی صدر ہیری ٹرومین کو لکھے خط میں آپ نے فلسطینی ریاست پر اقوامِ عالم کے جرائم پر سخت الفاظ سے مذمت فرمائی جبکہ قائداعظم مسلسل فلسطینی حکمراں اور فلسطین عرب پارٹی کے رہنماؤں سے بھی رابطے میں رہے اور ہمیشہ مکمل امداد کی یقین دہانی کرائی۔[15]

حرفِ آخر:

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جو نظریہ لا الہ پر اپنا وجود رکھتا ہے۔ جس کا عملی تقاضہ یہ ہے کہ ہمیں مسلمانوں کے لیے ہر سطح پر اپنی آواز کو بلند کرنا چاہیے۔ بانیان پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ اور قائداعظم محمد علی جناح نے نہ صرف پاک و ہند پر اپنی کھل کر پالیسی کو واضح کیا بلکہ فلسطین کے لئے بھی عملی اقدامات اٹھائے۔ اس لیے بحیثیت قوم ہمیں ہر سطح پر مسئلہ فلسطین کو سپورٹ کرنا چاہیے اور اسرائیل کی دہشت گردی کو دنیا پر واضح کرنا چاہیے۔

☆☆☆

[14] روزنامہ ڈان، بتاریخ 11 اپریل 1946

[15] میر کارواں از میاں محمد افضل

مسئلہ فلسطین سے متعلق چند اصطلاحات کا تعارف

واصف علی سلطانی

فلسطینی علاقے:

مغربی کنارے، غزہ کی پٹی اور مشرقی یروشلم سے مراد اجتماعی طور پر فلسطینی آبادی والے علاقے ہیں۔

اوسلو معاہدے(Oslo Accords):

اسرائیل اور فلسطین لبریشن آرگنائزیشن (PLO) کے درمیان 1990ء کی دہائی میں طے پانے والے معاہدوں کا ایک سلسلہ، جس کا مقصد مستقبل کے مذاکرات کے لیے ایک فریم ورک قائم کرکے، فلسطینی اتھارٹی کی تشکیل اور مغربی کنارے کو فلسطینیوں کے کنٹرول کے علاقوں میں تقسیم کرنا تھا۔

کیمپ ڈیوڈ ایکارڈز(Camp David Accords):

اسرائیل اور مصر کے درمیان 1978ء میں امریکہ کی ثالثی میں ایک معاہدہ، حالانکہ اس کا براہ راست تعلق اسرائیل فلسطین تنازعہ سے نہیں ہے۔ ان معاہدوں کے نتیجے میں اسرائیل اور مصر کے درمیان امن معاہدہ ہوا، جو پہلا عرب اسرائیل امن معاہدہ تھا۔

مشرق وسطیٰ پر کوارٹیٹ:

اقوام متحدہ، امریکہ، یورپی یونین اور روس پر مشتمل ایک غیر رسمی سفارتی گروپ۔ یہ اسرائیل فلسطین تنازع میں امن کی کوششوں میں ثالثی کرنے اور مختلف اقدامات کے ذریعے امن عمل کو فروغ دینے کے لیے قائم کیا گیا تھا۔

امن کے لیے روڈ میپ:

2003ء میں مشرق وسطیٰ پر کوارٹیٹ کی طرف سے ایک امن تجویز کا مسودہ تیار کیا گیا، جس میں اسرائیل۔ فلسطین تنازعہ کے دو ریاستی حل کے حصول کیلئے کئی اقدامات کا خاکہ پیش کیا گیا، جس میں حتمی امن معاہدے کے لیے تشدد کا خاتمہ، فلسطینی حکومتی اصلاحات اور مذاکرات کی قیادت شامل ہے۔

اقوام متحدہ کی ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی برائے فلسطینی پناہ گزین(UNRWA):

اس کو 1949ء میں قائم کیا گیا، UNRWA مغربی کنارے، غزہ کی پٹی، اردن، لبنان اور شام میں فلسطینی پناہ گزینوں اور ان کی اولادوں کو مدد فراہم کرتا ہے۔

عرب امن اقدام:

2002ء میں عرب لیگ کی طرف سے تجویز کردہ، یہ اقدام ایک جامع امن منصوبہ پیش کرتا ہے جس میں مقبوضہ علاقوں سے اسرائیل کے انخلاء کے بدلے میں عرب ممالک کی طرف سے اسرائیل کو تسلیم کرنا اور فلسطینی پناہ گزینوں کے مسئلے کا حل شامل ہے۔

ہیبرون پروٹوکول(Habron Protocol):

جسے ہیبرون معاہدے کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، اس پر 1997ء میں دستخط کیے گئے تھے اور اس نے مغربی کنارے کے شہر ہیبرون کو دو حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک فلسطینیوں کے کنٹرول میں اور دوسرا اسرائیلی کنٹرول میں، جس میں سیکیورٹی کے انتظامات تھے۔

وائی ریور میمورنڈم(Wye River Memorandum):

1998ء میں ایک معاہدے پر دستخط کیے گئے، اوسلو معاہدے کی بنیاد پر، جس کا مقصد مغربی کنارے کے کچھ

حصوں سے اسرائیلی انخلاء کو آگے بڑھانا اور اسرائیل اور فلسطینی اتھارٹی کے درمیان سیکیورٹی تعاون کو بڑھانا ہے-

شرم الشیخ میمورنڈم:
(Sharm El Sheikh Memorandum)

1999ء میں دستخط کیے گئے، اس معاہدے میں دریائے وائی میمورنڈم کو نافذ کرنے پر توجہ مرکوز کی گئی تھی جس میں فلسطینی کنٹرول کو اضافی علاقے کی منتقلی، سیکورٹی کے مسائل، اور اعتماد سازی کے اقدامات پر تبادلہ خیال کیا گیا تھا-

تباسمٹ(Taba Summit):

اگرچہ کوئی سرکاری معاہدہ نہیں ہے، اسرائیل اور فلسطینی مذاکرات کاروں کے درمیان 2001ء کی تباسمٹ کا مقصد حتمی حیثیت کے معاہدے تک پہنچنا تھا- اگرچہ پیشرفت ہوئی تھی، مذاکرات دوسرے انتفادہ کے شروع ہونے سے پہلے کسی رسمی معاہدے کے بغیر ختم ہو گئے-

جنیوا انیشیٹو(Geneva Initiative):

کوئی رسمی معاہدہ نہیں بلکہ ایک تفصیلی غیر سرکاری تجویز جو 2003ء میں اسرائیلی اور فلسطینی سول سوسائٹی کے رہنماؤں نے تیار کی تھی- اس اقدام میں سرحدوں، بستیوں، یروشلم، پناہ گزینوں اور حفاظتی انتظامات سمیت ایک جامع امن معاہدے کا خاکہ پیش کیا گیا-

اینا پولس کانفرنس(Annapolis Conference):

2007ء میں منعقد ہوئی، اس کانفرنس کا مقصد اسرائیل-فلسطینی مذاکرات کو بحال کرنا اور دوریاستی حل کی حمایت کرنا تھا- اگرچہ کوئی رسمی معاہدہ سامنے نہیں آیا، لیکن اس نے حتمی حیثیت کے معاہدے تک پہنچنے کے عزم کا اعادہ کیا-

دوریاستی حل:

اسرائیل-فلسطین تنازعہ کا ایک مجوزہ حل ہے جو دو الگ الگ اور خود مختار ریاستوں، اسرائیل اور فلسطین، ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ پرامن طریقے سے رہنے کی تجویز کرتا ہے- اس میں تسلیم شدہ سرحدوں کا قیام، یروشلم کی حیثیت کو حل کرنا، دونوں ممالک کے لیے سلامتی کو یقینی بنانا، فلسطینی پناہ گزینوں سے نمٹنا اور فلسطینی علاقوں میں اسرائیلی بستیوں سے متعلق مسائل کو حل کرنا شامل ہے-

بالفور اعلامیہ(Balfour declaration):

2 نومبر 1917ء کو برطانوی حکومت کی طرف سے جاری کردہ بالفور اعلامیہ میں فلسطین میں "یہودی لوگوں کے لیے قومی گھر" کے قیام کی حمایت کا اظہار کیا گیا، جو کہ یہودی وطن کی تحریک میں ایک اہم لمحہ ہے- پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانوی وزیر خارجہ آرتھر بالفور کی طرف سے تیار کردہ، اعلامیہ میں فلسطین کے ساتھ یہودیوں کے تاریخی تعلق کو تسلیم کیا گیا جبکہ خطے میں موجود غیر یہودی برادریوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا- اس اعلان نے 1948ء میں اسرائیل کی ریاست کے حتمی قیام کیلئے ایک بنیادی دستاویز کے طور پر کام کیا لیکن تنازعات کا ایک ذریعہ بھی بن گیا، جس نے متنازعہ قومی امنگوں اور زمین پر دعووں کی وجہ سے اسرائیل-فلسطینی تنازعہ کی جاری پیچیدگیوں میں حصہ ڈالا-

انتفادہ(Intifada):

ایک عربی اصطلاح ہے جس کا ترجمہ ظالم کے جبر کے خلاف کھڑے ہو جانا یا مزاحمت کرنا ہوتا ہے- یہ خاص طور پر فلسطینی علاقوں پر اسرائیلی قبضے کے خلاف فلسطینی مزاحمت، احتجاج اور جدوجہد آزادی کے ادوار کا حوالہ دیتا ہے-

فلسطین کی تاریخ میں دو بڑے انتفادہ ہوئے ہیں:

پہلا انتفادہ (1987ء-1993ء):

یہ تحریک دسمبر 1987ء میں شروع ہوئی اور 1990ء کی دہائی کے اوائل تک جاری رہی- مغربی کنارے، غزہ کی پٹی اور مشرقی یروشلم میں اسرائیلی قبضے کے خلاف فلسطینیوں کی طرف سے وسیع پیمانے پر سول نافرمانی، بڑے پیمانے پر مظاہروں، ہڑتالوں اور مزاحمتی کارروائیوں کی خصوصیت تھی- پہلی انتفادہ نے اسرائیل فلسطین تنازعہ پر بین الاقوامی توجہ میں اضافہ کیا-

دوسرا انتفادہ (2000ء-2005ء):

یہ تحریک ستمبر 2000ء میں اسرائیلی اپوزیشن کے رہنما ایریل شیرون کے یروشلم میں ٹمپل ماؤنٹ کے دورے کے بعد شروع ہوئی- دوسری انتفادہ کے نتیجے میں فلسطینیوں پر اسرائیلیوں کے مظالم میں اضافہ ہوا- اس کے علاوہ کشیدگی میں مزید اضافہ ہوا-

انتفادہ تحریکیں اسرائیل فلسطین تنازعہ کی تاریخ میں اہم لمحات رہی ہیں، جو اسرائیلی قبضے کے خلاف فلسطینی مزاحمت کی نچلی سطح پر نمائندگی کرتی ہیں اور سیاسی، سماجی اور اقتصادی شکایات کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں-

نکبہ (Nakba):

جس کا مطلب عربی میں "تباہی" ہے، 1948ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران فلسطینیوں کی بڑے پیمانے پر نقل مکانی اور بے دخلی سے مراد ہے- نکبہ سے پہلے فلسطین ایک کثیر النسل اور کثیر الثقافتی معاشرہ تھا-

نکبہ کی سالگرہ نہ صرف 1948ء کے ان المناک واقعات کی یاد دہانی ہے بلکہ فلسطینیوں کے ساتھ ہونے والی مسلسل ناانصافیوں کی بھی یاد دہانی ہے- نکبہ نے فلسطینی عوام پر گہرا اثر ڈالا، جنہوں نے اپنے گھر، اپنی زمین اور اپنا طرز زندگی کھو دیا- یہ ان کی اجتماعی یاد میں ایک گہرا تکلیف دِہ واقعہ ہے اور انصاف اور اپنے گھروں کو واپسی کے حق کیلئے ان کی جدوجہد کو شکل دینا جاری رکھے ہوئے ہے- 2022ء میں، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے درخواست کی کہ یہ سالگرہ اقوام متحدہ کی تاریخ میں پہلی بار 15 مئی 2023ء کو منائی جائے-

☆☆☆

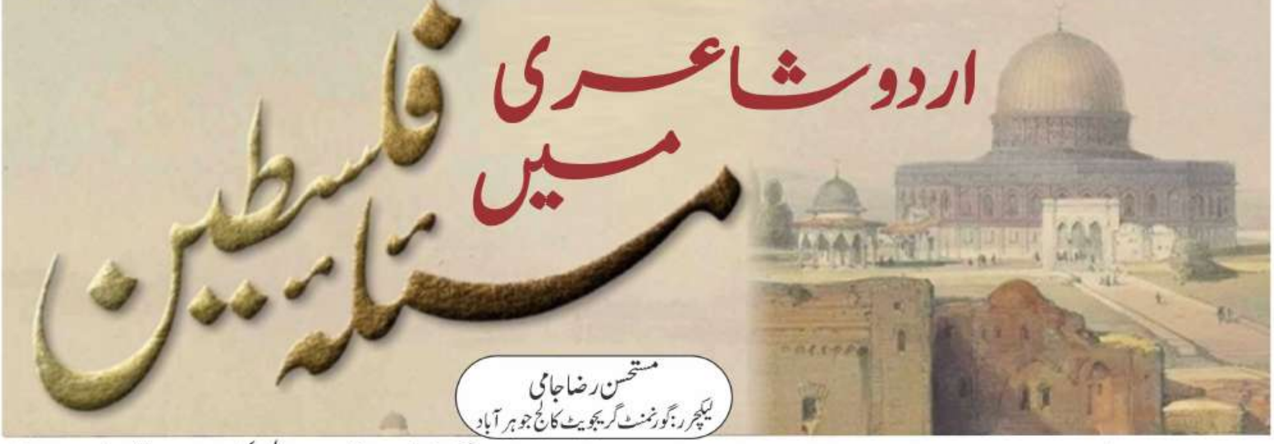

شاعر اور تخلیق کار معاشرے کا سب سے حساس اور ذمہ دار فرد ہوتا ہے-عام آدمی کی سوچ جب انتہا پر پہنچتی ہے تو تخلیق کار کی سوچ کا آغاز ہوتا ہے- عام آدمی کسی واقعہ یا سانحہ کو دیکھ کر وقتی طور پر مغموم ہوتا ہے اور چند گھنٹوں یا دنوں بعد اس کیفیت سے نکل آتا ہے لیکن شاعر کسی بھی سطح کے سانحہ کے کرب کو نہایت شدت سے محسوس کرتا ہے اور مسلسل مضطرب رہتا ہے اور بالآخر کرب کا اظہار اپنے الفاظ میں کرتا ہے-اس کرب میں اتنی شدت ہوتی ہے کہ عام فرد بھی اس شدت کو محسوس کر سکتا ہے- دُنیا کی کسی بھی زبان کے تخلیق کاروں کا یہ وطیرہ رہا ہے-دنیا کے کسی بھی خطہ سے منسلک افراد جن کا تعلق شعر وادب سے ہو وہ انسانیت کے غم پہ خاموشی برداشت نہیں کر سکتے-اس کی روایت صدیوں پر محیط ہے- جہاں شاعر عشق و محبت کی داستانیں اپنے موضوعات میں سمیٹ لاتا ہے وہیں انسانی مسائل پر بھی اس کا دل شدت سے دھڑکتا ہے-مسئلہ فلسطین کے پیشِ نظر اردو زبان وادب میں بیشتر تخلیق کاروں نے اپنے الفاظ میں اس ظلمِ عظیم کا نوحہ لکھنے کی پر خلوص کاوش وسعی کی ہے-

مزاحمت کیا ہے؟ اس کی ادب میں ضرورت کیوں پیش آتی ہے-یہ اپنی جگہ پر ایک اہم بحث اور سوال ہے-اس کے بارے میں فلسطین کے قومی شاعر محمود درویش کا کہنا ہے:

"مزاحمت کی شاعری جیسا کہ میں سمجھتا ہوں وطن کی مدافعت کے مقصد کے ساتھ جڑی ہوتی ہے-ایسی قوتوں کے خلاف مدافعت جو وطن کو اپنے جبر و تسلط میں لانا چاہتی ہیں- چنانچہ میں جو کچھ بھی لکھتا ہوں اگر اس کا تجزیہ کیا جائے تو اس سے ایک ایسا انسان ابھر کے سامنے آئے گا جو مختلف صورتوں اور مختلف لبادوں میں وطن کا دفاع ہی کر رہا ہوتا ہے اور میں اس ہر طاقت کا مد مقابل ٹھہرتا ہوں جو مجھ سے میرا حق چھیننا چاہتی ہے"-[1]

اردو زبان میں نمایاں طور پر خطۂ فلسطین کے بارے میں حکیم الامت علامہ اقبال کا نام اولین معنوں میں لیا جاتا ہے- اقبال کی طویل نظم "ذوق و شوق" کا اصل سیاق و سباق بھی مسئلہ فلسطین ہے-اقبال نے سرزمینِ فلسطین و قبلۂ اول سے اپنی روحانی وجذباتی وابستگی کا اظہار ان الفاظ میں کیا-

ہے خاک فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا
جلتا ہے مگر شام و فلسطیں پہ میرا دل
تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عُقدۂ دُشوار
تُرکانِ جفا پیشہ کے پنجے سے نکل کر
بیچارے ہیں تہذیب کے پنجے میں گرفتار

مسئلہ فلسطین کے حوالہ سے اپنے ایک خط میں قائد اعظم محمد علی جناح سے اپنے جذبات اور کرب کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"میں فلسطین کے مسئلے کیلئے جیل جانے کیلئے تیار ہوں، اس لیے کہ مَیں جانتا ہوں کہ فلسطین نہ فقط ہندستان کیلئے، بلکہ اسلام کیلئے بہت عظیم ہے یہ ایشیا کا دروازہ ہے، جس پر بُری نیت سے اقدامات کیے جا رہے ہیں"-[2]

[1] محمد کاظم، اخوان الصفا، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2003، ص:254

[2] پروفیسر حمید رضا صدیقی: اقبال کی سیاسی بصیرت - ملتان: بیکن بکس، 2005، ص:41

آبروئے صحافت مولانا ظفر علی خان اپنی کتاب ''چمنستان'' میں تقسیمِ فلسطین پہ مسجدِ اقصیٰ کے محافظوں کو ڈھونڈتے ہیں:

لندن کے کمیشن کی سفارش سے پریشان
سب شیخِ فلسطین ہیں سب شابِ فلسطین
زینت جسے دی سُرخیِ خونِ شُہدا نے
اسلام کے قصے میں ہے وہ بابِ فلسطین
ہیں آج کہاں مسجدِ اقصیٰ کے محافظ
دیتے ہیں ندا منبر و محرابِ فلسطین

مولانا ظفر علی خان اپنی نظم ''غازیانِ فلسطین'' میں نغمہ سرا ہیں:

کفن باندھے ہوئے صحرا سے نکلے
فلسطیں کے شہادت پیشہ غازی
عزیمت اُن کی نَخ نَخ میں ہے تُرکی
حرارت اُن کی رگ رگ میں ہے تازی
لگا رکھی ہے آزادی کی خاطر
انہوں نے ہر طرف سر دھڑ کی بازی
رَسَن سازانِ مغرب سے یہ کہہ دو
کہ گزری حد سے رسی کی درازی
کہاں تک قدس کی تخریب کا شوق
کہاں تک یہ پرانی خاکبازی
حمایت تا بکے صہیونیوں کی؟
کہاں تک یہ یہودیت نوازی

ترقی پسند ادباء میں نمایاں ترین شخصیت فیض احمد فیض کی ہے- فیض احمد فیض نے اُس وقت کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے متعدد نظمیں کہیں تھیں- مزاحمت و انصاف پسندی کی آواز فیضؔ کے ہاں بڑے پیمانے پر موجود ہے- وہ سماجی و انسانی کرب پہ چیخ اٹھتے ہیں- فلسطین کی جنگ آزادی پر فیض احمد فیض منفرد اظہارِ سخن کرتے ہیں- فیض کی نظم ''فلسطینی شہداء جو پردیس میں کام آئے'' سے کچھ حصہ ملاحظہ ہو-

میرے زخموں نے کیے کتنے فلسطیں آباد
میں جہاں پر بھی گیا ارضِ وطن
تیری تذلیل کے داغوں کی جلن دل میں لیے
تیری حرمت کے چراغوں کی لگن دل میں لیے
جس زمیں پر بھی کھلا میرے لہو کا پرچم
لہلہاتا ہے وہاں ارضِ فلسطیں کا علم
تیرے اعدا نے کیا ایک فلسطیں برباد
میرے زخموں نے کیے کتنے فلسطیں آباد

احمد ندیم قاسمی نے خود کو اردو کے نامور افسانہ نگار اور شاعر کے طور پر منوایا- احمد ندیمؔ قاسمی کا تعلق بھی ترقی پسند تحریک سے تھا ان کے ہاں بھی سماجی اور معاشرتی اقدار و افکار کے قتل پر بیشتر نظمیں موجود ہیں- ان کا یہ شعر زبان زدِ عام ہے جس میں دعائیہ اظہار ہے-

ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجدِ اقصیٰ تیرا

فلسطین کے ادب کا جب تذکرہ ہو گا تو محمود درویش کا نام لازم و ملزوم ہو گا- انہیں فلسطین کا قومی شاعر کہا جاتا ہے- 1912ء میں فلسطین کے ایک گاؤں الروہ میں پیدا ہوئے جبکہ وفات 2008ء میں ہوئی- محمود درویش کی شاعری کے اردو سمیت 20 سے زائد زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں اور انہیں متعدد بین الاقوامی اعزازات سے بھی نوازا گیا ہے-

محمود درویش کے جذبات کا تلاطم اس نظم میں دیکھئے:

ہم کہاں جائیں آخری سرحدوں کے بعد
پرندے کہاں اڑیں آخری آسمان کے بعد
پودے کہاں سوئیں ہوا کے آخری سانس کے بعد
ہم اپنے نام سرخ ندی سے لکھیں گے
اُس گیت کے ہاتھ کاٹ دیں گے
جو ہماری لاشوں پر ختم ہو گا ہم یہاں مریں گے
یہاں آخری رستے میں، یہاں اور یہاں
ہمارے خون سے زیتون کا درخت اگے گا[3]

ایک اور نظم میں سخن کے دریوں وا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جو کہ عربی سے اردو میں ترجمہ کی گئی ہے-

''ہم آئے روز دو سے آٹھ لاشیں اٹھاتے ہیں دس زخمیوں کو مرہم کرتے ہیں ہمارے بیں کے قریب مکانات ملیا میٹ کر دیے جاتے ہیں صرف یہی نہیں ہر روز پچاس لگ بھگ زیتون کے درخت بھی اکھیڑ دیے جاتے ہیں''-[4]

[3] عبد الحق حقانی القاسمی، فلسطین کا ممتاز مزاحمتی شاعر، محمود درویش، فکر و نظر، ص:57

[4] محمود درویش، حالتہ الحصار، موسہ محمود درویش، دار الناشر، عمان، 2013، الطبعتہ الاولی، ص:15

ابنِ انشاء کی نظم ''دیوارِ گریہ''کسی نوحہ سے کم نہیں اس نظم میں امتِ مسلمہ کی حالتِ زار پہ ابنِ انشاء نے واشگاف الفاظ میں بات کی ہے-

دیکھ بیت المقدس کی پرچھائیاں
اجنبی ہو گئیں جس کی پہنائیاں
ہر طرف پرچم نجم داؤد ہے
راہ صخرہ کے گنبد کی مسدود ہے
سجدہ گاہ عمرؓ مسجد پاک میں
آج خالی مصلّے اٹے خاک میں

فلسطین پر حبیب جالب کی کئی نظمیں ہیں جن کے نام ''یزید سے ہیں نبرد آزما فلسطینی بچے''، ''اے جہاں دیکھ لے (فلسطین پر)'' اور ''اے اہل عرب اے اہل جہاں'' وغیرہ ہیں- ان کی نظم ''یزید سے ہیں نبرد آزما فلسطینی بچے'' سے کچھ اشعار:

یزید سے ہیں نبرد آزما فلسطینی
اٹھائے ہاتھوں میں اپنے حسینیت کا علم
ادیبو، شاعرو، دانشورو، سُخن دانو
کرو حکایتِ بیروت خون دل سے رقم
شکست جہل کو ہو گی شعور جیتے گا
کرے گا جہل کہاں تک سرِ شعور قلم

معروف غزل گو شاعر شہزاد احمد کے ہاں بھی فلسطینیوں اور قبلہ اول کے استحصال کا تذکرہ موجود ہے-اپنی نظم ''حُسین علیہ السلام کا سبق'' میں اپنے کرب کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

آگ کی سُن کر خبر سینے ہمارے ہوئے شق
ہم کو تو مسجدِ اقصی بھی ہے قرآں کا ورق
کاٹ دو قبلۂ اول پہ جو ہاتھ اٹھے ہیں
ہے اگر دل میں تمہارے ابھی ایماں کی رمق
سر کٹا دینا جھکانے سے کہیں بہتر ہے
ہے ابھی یاد حسین ابن علی کا یہ سبق

ماہر القادری کی نظم ''مشہدِ اکبر'' کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو-

یہ قبلۂ اول پہ عجب وقت پڑا ہے
تکبیر کے نغمے نہ موذن کی صدا ہے
اردن ہے کہ ہے مشہدِ اکبر کا نمونہ
پانی کی طرح خون مسلماں کا بہا ہے
فرعون کی اولاد سے امید یہی تھی
ناصر کی قیادت سے نہ شکوہ نہ گلہ ہے
بے عیب ہے اللہ کا قانونِ مکافات
جو کچھ بھی ہوا اپنے گناہوں کی سزا ہے

سرور انبالوی ممتاز شاعر ہیں-ان کی نظم ''ارضِ فلسطین کی فریاد'' ایک حساس قاری پر گہرے نقش چھوڑتی ہے-

آتش و آہن کی بارش اور دھواں بارود کا
عقل حیراں امن کی دیوی کو آخر کیا ہوا
رستے بستے شہر بمباری سے کھنڈر ہو گئے
آدمی نے آدمیت کو بھی ننگا کر دیا
ہو گا آزاد ایک دن آخر فلسطیں دیکھنا
ٹل نہیں سکتا کسی صورت بھی لکھا وقت کا
آخرش بازو کٹے گا ایک دن صیاد کا
اور سفینہ غرق ہوگا جبر و استبداد کا

یوسف ظفر کا یہ کلام بھی بھرپور شدت احساس اور کرب کے پہلوؤں کو لیے ہوئے ہے:

دیکھ اے چشمِ زلیخا قدر اپنے پیار کی
آج پھر یوسف کے بھائی ہیں خریداروں کے ساتھ
دین سے کٹ کر ہوا مالِ عرب پیشِ عرب
اور عصا بھی ہے یدِ بیضا میں ہتھیاروں کے ساتھ
قبلۂ اول صلاح الدین ایوبی کو ڈھونڈ
آ ملی دیوارِ گریہ تیری دیواروں کے ساتھ

ادا جعفری نسائی لب و لہجہ کی منفرد شاعرہ ہیں ان کی غزلیں و نظمیں بہت مقبول ہیں- سماجی و انسانی مسائل کے موضوعات کا احاطہ کرتی ہوئی ان کے ہاں بہت سی نظمیں موجود ہیں-مسجد اقصی کے حوالے سے ان کے جذبات و احساسات ملاحظہ ہوں-

ایسا اندھیرا تو پہلے نہ ہوا تھا لوگو!
لو چراغوں کی تو ہم نے بھی لرزتے دیکھی
قافلے لُٹتے ہی رہتے ہیں گزرگاہوں میں
لُوٹنے والوں نے کیا عزمِ سفر بھی لُوٹا؟

•••••

محترم ہے مجھے اِس خاک کا ذرہ ذرہ
ہے یہاں سرورِ کونینؐ کے سجدے کا نشاں
اِس ہوا میں مِرے آقا کے نفس کی خوشبُو
اِس حَرم میں مِرے مولا کی سواری ٹھہری
اِس کی عظمت کی قسم اَرض و سما نے کھائی
تم نے کچھ قبلۂ اوّل کے نگہبان ! سُنا
حُرمتِ سجدہ گہہِ شاہ کا فرمان سُنا؟

•••••

خار زاروں کو کِسی آبلہ پا کی ہے تلاش
وادیٔ گل سے ببولوں کا خریدار آئے
دلق پوش آئے، غلاموں کا جہاندار آئے
یا پیادہ کوئی پھر قافلہ سالار آئے
ریگ زاروں میں کوئی تشنہ دہن آجائے
ہوش والو! کوئی تلقینِ جنوں فرمائے

گوہر ملیسانی ادبی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں- اُن کی نظم ”ایک ہوں مسلم“ میں پُر تاثیر پیغام موجود ہے-

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
سر زمین قدس کی پھر ضوفشانی کے لیے
اہل ایماں کی پریشاں زندگانی کے لیے
نور قرآں کی مقدس ترجمانی کے لیے
نوع انساں کی حیات جاودانی کے لیے
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

اسی نظم کے دوسرے حصہ میں اجتماعی ضمیر کو کچھ یوں جھنجھوڑتے ہوئے نظر آتے ہیں-

نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر
عظمت اسلام کا پھر سے بجائیں اب گجر
مشرکوں کا بیتِ اقدس میں رہے نہ جو شرر
پھر صلاح الدین ایوبی کا تاباں ہو قمر
باندھ لو سر پر کفن اب کامرانی کے لیے
ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

محمد ایوب بسمل کی فلسطین پر طویل نظم جس کا پہلا بند کچھ یوں ہے:

کفر ہے برسر پیکار یہاں برسوں سے
گرم ہے ظلم کا بازار یہاں برسوں سے
امن ہے نقش بہ دیوار یہاں برسوں سے
حق عدالت میں سرِ دار یہاں برسوں سے
دے گئی تحفۂ نایاب تجھے جنگ عظیم
کر گئی ارض مقدس کو بالآخر تقسیم

عائشہ مسرور کی نظم ”نئی لوری“ مسئلہ فلسطین کے پس منظر میں کئی پر سوز جذبات کا مرقع ہے:

اے میرے نور عین! جاگ
اے میرے دل کے چین! جاگ
تیرا شفیق باپ تو جنگ میں کام آگیا
تشنہ دہن کے ہاتھ میں موت کا جام آگیا
دشت و دمن لہو لہو سارا وطن لہو لہو،
صحن چمن لہو لہو، قوم بچھڑ کے رہ گئی
ساکھ بگڑ کے رہ گئی، مانگ اُجڑ کے رہ گئی

نعیم صدیقی کی نظم ”یروشلم“ اپنے مزاج کی بہت منفرد مزاحمتی نظم ہے-

لہو اگل رہا ہے آج، میرا پُرفنوں قلم
شکست آرزو کا کیا، فسانہ ہوسکے رقم
خیال پرزے پرزے ہیں، کروں میں کس طرح بہم
یروشلم، یروشلم!
یہیں سے ہو کے عرش کو، سواریٔ نبیؐ گئی
ابھی تک اِن فضاؤں میں ہے اک مہک بسی ہوئی
یہاں کی خاک پر ٹکے، براقِ نور کے قدم
یروشلم، یروشلم!
نمازِ بے مثال یاں، وہ کی گئی ہے اک ادا
بہ اقتدائے مصطفیٰؐ، حبیبِ خاص کبریا
کھڑے تھے اک قطار میں ملا کے انبیاء قدم
یروشلم، یروشلم!

عصر حاضر کے بیشتر بزرگ و نوجوان شعراء کے ہاں بھی مزاحمتی عناصر پائے جاتے ہیں- فلسطینی عوام اور بیت المقدس کے استحصال پہ عہدِ حاضر کے کچھ شعراء کا منتخب کلام ملاحظہ ہو-

جلیل عالی اپنی نظم ”فلسطینی بھائیوں کیلئے“ کے اندر فکر وفن کے حسین موتی پروتے ہیں:

یہ اتفاق نہیں اہتمام ہے اُس کا
جلال کو بھی جو جزوِ جمال کر دیا ہے
بہشتِ شوق پہ بارود بارشوں کے ہیں دن
سو حرف حرف کو شعلہ مثال کر دیا ہے
دفاعِ شہر تمنا کی آخری حد پر
بموں کے سامنے سینوں کو ڈھال کر دیا ہے

اپنی ایک غزل میں جس طرح جلیل عالی نے اسرائیلی و امریکی استبداد کے تکبر کو للکارا ہے اس نے اقبال کی یاد تازہ کر دی ہے:

وہ کسی کا کبھی ہوا ہی نہیں
اُس کے شر سے کوئی بچا ہی نہیں
اس نے انسانیت بھی وِیٹو کی
اُس کو تہذیب نے چھوا ہی نہیں
وہ زمیں پر خدا بنا ہوا ہے
جیسے اوپر کوئی خدا ہی نہیں
جتنا وہ گر چکا، کبھی اتنا
کوئی تاریخ میں گرا ہی نہیں
خوں میں نہلا دیے گئے لاکھوں
وہ سمجھتا ہے کچھ ہوا ہی نہیں
اُس کا انجام ہو چکا آغاز
اُس کو اِس بھید کا پتا ہی نہیں

شوکت عابد کے الفاظ میں جس طرح کا اظہار ہے وہ اپنی مثال آپ ہے-ان کی طویل نظم سے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

جس آگ میں جلتے ہیں در و بام فلسطیں
کل اپنے گھروں تک نہ پہنچ جائے یہی آگ
آتی ہے فلسطین کی گلیوں سے صدا آج
اے مردِ جواں اُمتِ مسلم کے ذرا جاگ
دل جس کا پھٹا غم سے وہ اک باپ بھی میں ہوں
بارود سے جھلسا ہوا چہرہ بھی مرا ہے
وہ بھائی ہوں پوشاک ہے تر جس کی لہو میں
سینے سے لگے باپ کا لاشہ بھی مرا ہے
مسمار ہوا ہے جو مکاں میرا مکاں ہے
اجڑا ہے جو بے دردی سے میرا ہی چمن ہے
دل اپنا فلسطیں سے جدا کر نہیں سکتا
یہ ارضِ فلسطین بھی میرا ہی وطن ہے
مجبور ہوں اتنا کہ بجز نالہء و فریاد
بارِ غمِ دل اپنا میں کم کر نہیں سکتا
دل گیر ہوں اتنا کہ نہیں طاقتِ اظہار
رودادِ فلسطین رقم کر نہیں سکتا

سردار سلیم کے اشعار میں فلسطین سے محبت کا اظہار-

اے فلسطین تری خاک کے ذروں کو سلام
تیرے جلتے ہوئے زخموں کی شعاؤں کو سلام
تیرے بچوں ترے بوڑھوں کو جوانوں کو سلام
ان کی رگ رگ میں مچلتے ہوئے جذبوں کو سلام

آغا سروش نے عصرِ حاضر کے مسلمانوں کے خوابیدہ ضمیر کو مسئلہ فلسطین کے پیشِ نظر اس انداز میں ہدف بنایا ہے:

مشہور تھی دنیا میں جو عربوں کی حمیت
کیا جانے دبے پاؤں وہ کب ہوگئی رخصت
ایماں کو بہا لے گئی پٹرول کی دولت
ڈر یہ ہے کہ لٹ جائے نہ کعبے کی بھی حرمت

سعود عثمانی نے مختلف پیرائے میں اظہار کیا ہے:

اپنی طاقت کے نشے میں بدمست ہیں مقتدرِ صاحب مال و زر بھیڑیے
انبیاء کی زمینوں میں ہیں آج کل چار جانب بحد نظر بھیڑیے

اشفاق غوری نے بہت خوب صورت انداز میں جذبات رقم کئے ہیں:

اے فاتحِ غزوات کریں آپ ہی امداد، فریاد ہے فریاد
نبیوں کی زمیں کر دی ہے بارود نے برباد، فریاد ہے فریاد
اقصیٰ کی زمیں آپ کی آمد کی ہے خواہاں، اے سرورِ شاہاں
معراج کی شب آپ کی آمد ہے اسے یاد، فریاد ہے فریاد
امید کرم رکھتا ہے مجبور فلسطین، محصور فلسطین
فرما دیں اسے پنجۂ شیطان سے آزاد، فریاد ہے فریاد

ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تعلق رکھنے والے معروف شاعر ڈاکٹر منظر پھلوری لکھتے ہیں:

افراد ترے قتل ہوئے گھر بھی لئے چھین، اے ارضِ فلسطین
ہیں مدِ مقابل ترے دنیا کے فراعین، اے ارض فلسطین
برسوں سے تو الحاد سے ہے برسرِ پیکار، سب کرتے ہیں اقرار
ہر ذرہ تری مٹی کا ہے خون سے رنگین، اے ارضِ فلسطین

امریکہ سے تنویر پھول کا اظہارِ وابستگی بہت منفرد ہے:

فریاد ہے، فریاد ہے اے قادر و قیوم
خوں رنگ فلسطین، مسلمان ہیں مظلوم
ڈھاتی ہے ستم قدس میں ذریت مرحب
اسلام کے فرزند عبادت سے ہیں محروم
خود کو جو کہیں موسوی، فرعون بنے ہیں
ان کو بھی نہیں چھوڑتے جو طفل ہیں معصوم

مسعود نقوی لکھتے ہیں:

اے خدا قبلہ اول کے تحفظ کے لئے
پھر سے اک بار ابابیل کو کنکر دے دے
ظلم کے آہنی پنجے کو کچلنے کے لئے
اب فلسطین کو تو بازوئے حیدر دے دے

احساس نصیر آبادی کا اظہارِ سخن:

آہِ دلدوز سے قلب غمگین ہے
خون سے سرخ دیکھو فلسطین ہے

کبیر والا سے تعلق رکھنے والی معروف شاعرہ کومل جوئیہ لکھتی ہیں:

ہونگے یہ نصابوں میں مضامین، فلسطین
تاریخ ترے خون سے رنگین، فلسطین
پکڑیں گی قیامت کو گریبان ہمارا
لاشوں کی عزادار خواتین، فلسطین
بچوں کی صداؤں سے بھی کانپے نہیں سینے
گم عیش میں امت کے سلاطین، فلسطین
خود طوق میں لپٹے ہیں غلامی کے مسلسل
کر سکتے ہیں بس صبر کی تلقین، فلسطین
لفظوں کی حدوں تک ہیں یہاں امن کی باتیں
ٹھوکر پہ ہیں ورنہ یہ قوانین، فلسطین

سیدہ صائمہ کامران نے پرسوز جذبات کچھ یوں رقم کئے ہیں:

سارے جہاں نے دیکھا فلسطین جل گیا
ماتم کناں ہے اقصیٰ فلسطین جل گیا
بچوں کا قتل ہو گیا ماؤں کے سامنے
طاری ہے سب پہ سکتہ فلسطین جل گیا

ہندوستان کے نوجوان شاعر عمران پرتاب گڑھی کی نظم ''میں فلسطین ہوں'' کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو:

میں فلسطین ہوں میں فلسطین ہوں
یہ میری قوم کے حکمراں بھی سنیں
میری اجڑی ہوئی داستاں بھی سنیں
جو مجھے ملک تک مانتے ہی نہیں
ساری دنیا کے وہ رہنما بھی سنیں
صرف لاشیں ہی لاشیں میری گود میں
کوئی پوچھے میں کیوں اتنا غمگین ہوں
میں فلسطین ہوں میں فلسطین ہوں

راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے نوجوان شاعر سعید شارق کا اظہار خیال بھی قابل توجہ ہے:

ہم سب تماش بین ہیں اِن تین کے لیے
کشمیر، پاک اور فلسطین کے لیے
شعلوں میں راکھ ہوتے غزہ پر بھی اک نظر
کیا کوئی کیمرا نہیں اِس سِین کے لیے؟

راقم الحروف کا ایک شعر:

قربان جان و دل میں حسینوں پہ کیوں کروں
جامیؔ کا خُون مسجدِ اقصیٰ میں چاہیے

مجموعی طور پہ دیکھا جائے تو مسئلہ فلسطین اور قبلہ اول کے موضوع کو لے کر اردو زبان میں گزشتہ کئی دہائیوں سے پر درد خیالات کی ترسیل کا سلسلہ پورے اخلاص سے جاری ہے اور کیوں نہ ہو کوئی بھی زبان بالعموم اور شاعری بالخصوص جذبات کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے- اُردو زبان سے منسلک ادباء آخری دم تک استحصالی و ظلم پر مبنی رویوں پر اپنی تخلیقات میں احتجاج کرتے نظر آئیں گے- دُعا ہے کہ ارضِ فلسطین میں ظلم و بربریت کا سیاہ باب ختم ہو اور امن و آشتی کا دور دورہ ہو-

☆☆☆

(نظم)

اے ارضِ فلسطین

شاعر: مستحسن رضا جامی

امت نے کیا نوش کوئی بادۂ رنگین
کر بیٹھے ہیں شاید سبھی جذبات کی تدفین
بے کار نظر آتی ہے اس قوم پہ تلقین
شاید اسی بنیاد پہ حالات ہیں سنگین
اے ارضِ فلسطین

اس جور کا اس کرب کا احساس نہیں ہے
یہ خونِ مسلماں ہے تبھی پاس نہیں ہے
فی الحال اسیروں کو کوئی آس نہیں ہے
خاموش ہے کیوں ظلم پہ اس عہد کا آئین
اے ارضِ فلسطین

جس دھرتی پہ کروائیں شہِ بطحا (ﷺ) امامت
اُس مٹی سے ہو جاتی ہے بے لوث محبت
بچوں پہ عیاں کیجئے اقصیٰ کی حقیقت
اسلام کی تاریخ کا یہ باب ہے رنگین
اے ارضِ فلسطین

کہرام مرے حلقۂ باطن میں بپا ہے
صدیوں سے روا ظلم نے کیا حال کیا ہے
پھیلی ہوئی وحشت کی عجب زرد وبا ہے
دل درد سے معمور ہے اک پل نہیں تسکین
اے ارضِ فلسطین

کرتا ہے ترا ذکر بیاں خالقِ ذیشان
اے مسجدِ اقصیٰ تیری عظمت کے میں قربان
بھولے ہیں نہ بھولیں گے ترے حُسن کا عنوان
حق باھُو کے دیوانے یہ اقبال کے شاہین
اے ارضِ فلسطین

اے کاش کہ یہ کرب مسلماں پہ عیاں ہو
تڑپے تیرے اس حال پہ بوڑھا کہ جواں ہو
ہر لب پہ یہی ایک ہی پُر درد فغاں ہو
دیکھی نہیں جاتی ہے تری حالتِ مسکین
اے ارضِ فلسطین

معصوم سی کلیوں پہ ہی اک بار نظر ہو
کھلتے ہوئے غنچے نہیں چاہیں گے کہ گھر ہو ؟
برسوں کے بپا ظلم کا اب ختم سفر ہو
بکھرے ہوئے اجسام نے کر ڈالا ہے غمگین
اے ارضِ فلسطین

اللہ کرے دشمنِ کم ظرف ہو فی النار
ہوں ختم تری حد سے ہمہ قسم کے آزار
ہو جائے ترا سینہ و دل امن سے سرشار
تُو جبر کی اس قید سے آزاد ہو آمین!
اے ارضِ فلسطین

☆☆☆

www.mirrat.com

ماہنامہ
مراۃ العارفین
انٹرنیشنل
لاہور

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

مراۃ العارفین انٹرنیشنل اردو کا ماہانہ تحقیقی مجلہ ہے۔
مذکورہ ماہنامہ کا نام سید الشہداء نواسہ رسول حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ)
کی ایک عظیم تصنیف مراۃ العارفین پر رکھا گیا ہے۔

عالمی معیار کی ویب سائٹ

تازہ ترین اور گزشتہ میگزین کے مطالعہ کیلئے وزٹ کریں

www.mirrat.com

باھُوشناسی پہ زبردست تحقیقی مضامین

مقالات

باھُوشناسی

جلد اوّل

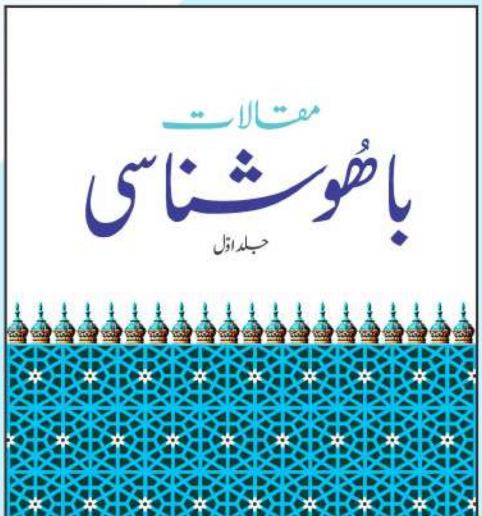

تصوف کے حقیقی افکار کی ترویج اور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعلیمات کو اچھوتے انداز میں منظرِ عام پر لانے کی ایک منفرد کاوش ہے- اس کتاب میں قرآن مجید، احادیث قدسیہ و احادیث نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روشنی میں تصوف کے اہم روحانی، سماجی اور معاشرتی نکات تحقیق و تصدیق کے بعد عوام الناس کے لئے پیش کیے گئے ہیں-

کتاب ھٰذا تصوف بالخصوص سُلطَانُ العَارِفِیۡن حَضرَت سُلطَانۡ بَاھُو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی تفہیم کا ایک بہترین ذریعہ ہے-

Published & Available

علم دوست لوگوں کے لئے خوبصورت تحفہ

اَلعَارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں

ہیڈ آفس: دربارِ عالیہ حضرت سخی سُلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

پی او بکس نمبر 11 جی پی او لاہور

ویب سائٹ: www.alfaqr.net

ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com